تعظیم غیر اللہ، توسل و استمداد، ندائے غائبانہ و سماع اور تقلید کے

چار اہم نزاعی مسائل اور اہل سنت کا موقف

الاصول الاربعۃ فی تردید الوہابیۃ

از شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر علامہ محمد اعجاز جنجوعہ

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

۱۱۔ داتا گنج بخش روڈ لاہور

042-7313885

چار اہم نزاعی مسائل اور اہلِ سنت کا موقف

الاصول الاربعۃ فی تردید الوہابیۃ

(تعظیم غیر اللہ، توسل و استمداد، ندائے غائبانہ و سماع اور تقلید کے)

از

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر علامہ محمد اعجاز جنجوعہ

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

۱۱- گنج بخش روڈ لاہور

042-7313885

تزئین واہتمام
سیّد شجاعت رسول شاہ قادری

نام کتاب ------------ الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ
--------------- چار اہم نزاعی مسائل اور اہلسنت کا موقف
مصنف ------------- حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم -------------- علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ
تاریخ اشاعت -------- اکتوبر 2003ء
ناشر --------------- نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور
مطبع --------------- اشتیاق اے مشاق پرنٹرز لاہور
قیمت --------------- 75/- روپے

ملنے کا پتہ
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885
مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ-A فیصل آباد فون: 626046

فہرست

تقریظ حضرت علامۃ العصر راس العلماء مولٰنا عبدالباقی صاحب قاضی بلاد سندھ و بلوچستان و سجادہ نشین درگاہِ عالی حضرت مفتی دیار السند استاذ الافاق علامہ مولٰنا محمد عبدالغفور الہمایونی علیہ الرحمۃ۔

بسم اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسّلام علٰی من لّا نبی بعدہٗ و عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ ھُمُ الْمَرْضِیُوْنَ عِنْدَہٗ، اما بعد

میں نے رسالہ الاصول الاربعۃ (اصول چہارگانہ) کا مطالعہ کیا، اس کو حبر قمقام، بحر طمطام حافظ آیات قرآن، ناصرِ احادیث رسول مقتدائے مذہب حنفیہ حضرت سیدی و مولائی الحاج محمد حسن جان سرہندی نے تصنیف فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے شموس افاضہ کو روشن رکھے اور آپ کے افادہ کے چاند چمکتے رہیں، میں نے اس کو بحمد اللہ تحقیقات انیقہ اور تدقیقات رشیقہ پر محیط و حاوی پایا جنہیں کانوں نے نہیں سنا نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا، اور نہ کسی دل میں ان کا خیال گزرا، یہ تحقیقات دلائل ساطعہ سے مشید اور حجج قاطعہ سے مؤید ہیں اور بہت زیادہ نفع کی حامل ہیں جو بند دلوں کو کھولنے والی، اندھی آنکھوں کو روشن کرنے والی اور بہرے کانوں کو دولت سماعت سے نوازنے والی ہیں، بلاشبہ یہ آب زم زم ہے جسے شفا کے طلبگار پیتے ہیں یہ آب حیات ہے جس سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں، یہ موتیوں کا سرمہ ہے جس سے اندھوں کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں، یہ عظیم کتاب ہے جو حق و صواب کا اظہار کرتی

ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم! کہ یہ اس موضوع پر قول فیصل اور فصل الخطاب ہے پس جو اس تحقیق انیق سے اعراض کرے اور مرض قلب میں مبتلا ہو اس کے بارے میں یہ آیہ کریمہ پڑھو۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ○ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور انتہائی گمراہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دعونا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ اللعالمين و سلام علٰے جميع عباد الله الصّالحين خصوصًا علٰے سيدنا و شفيعنا خاتم النبيين و على اٰله واصحابه اجمعين۔

میں ہوں

فقیر عبد الباقی الهمایونی

عفا اللہ عنہ

تقریظ حضرت علامہ الدہر رئیس العلماء
مولانا محمد حسن صاحب
سجادہ نشین درگاہ کٹپار شریف و مفتی بلوچستان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ وَ صَفِيِّ جَمِيۡعِ مِنۡ مَّلَكٍ صِرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ اَمَّا بَعۡدُ

اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ فساد و طغیان کے اس زمانہ میں جبکہ شیطان اور اس کے ایجنٹ بنی نوع انسان کے اغواء میں کوشاں ہیں، کسی گوشہ سے ندائے اَرِحۡنِي يَا بَلَال (اے بلال مجھے راحت دو) سنائی نہیں دیتی اور کوئی صاحب فضل و کمال عقائد اہل سنت کے احیاء اور بدعات و نظریات اہل زیغ کے قلع قمع میں کما حقہ مشغول نہیں، حالانکہ اہل باطل مثلاً روافض قادیانی اور وہابی پوری قوت کے ساتھ اغوائے عوام میں ابلیس کے یار و مددگار ہیں اور اس تگاپو میں سرعت رفتاری کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں، خصوصاً فرقہ وشاذہ وہابیت کے افراد جو جبہ و دستار میں نمائشی تقویٰ اور لمبی داڑھیوں کے ساتھ اشاعت توحید، اتباع سنت اور تبلیغ اسلام کے نام پر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈاکہ ڈال رہے ہیں، اور ہر کوئی جانتا ہے کہ ان کی مصنوعی توحید نجدی توحید ہے اصلی اسلامی توحید نہیں اسی طرح ان کی سنت ابن عبدالوہاب اور ابن تیمیہ کی سنت ہے، سنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں، جن لوگوں کو علم تاریخ میں مہارت حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مذاہب باطلہ کے علمبردار اپنے فاسد عقائد کو ہمیشہ توحید الٰہی کی حمایت و تائید کے بہانے سے فروغ دیتے ہیں جیسا کہ فرقہ اعتزال کی مثال ہے جو قرآن حکیم کو حادث جانتے تھے اور اس کو قدیم ماننے سے انکاری تھے اور کہتے تھے کہ کلامِ الٰہی کو قدیم مان لیا جائے تو تعدد قدماء لازم آتا ہے اور یہ توحید کے منافی ہے جیسا کہ اس خط سے مستفاد ہے جو عباسی خلیفہ مامون نے اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم خزاعی کو

لکھا اور تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے، معتزلہ نہیں جانتے تھے کہ توحید کے منافی تعدد ذوات قدیمہ ہے نہ کہ تعدد صفات قدیمہ، شرح عقائد نسفی میں اس کی کامل تحقیق ہے۔

اسی طرح فلسفی حکماء مثلاً افلاطون جالینوس اور ارسطو وغیرہ نے توحید ذات کا گمراہ کن تصور دیا کہ واحد حقیقی سے صرف ایک چیز صادر ہوتی ہے۔ پس توحید میں تنگی اور تفریط کے باعث خدا کے قادر کل اور فعال تما یرید ہونے کا انکار کیا اور وادی ضلالت میں بھٹک گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی خالقیت کو عقل اولیٰ کی تخلیق تک محدود و محصور کر دیا۔

وہابیوں نے بھی توحید اسلامی میں تفسیق وتفریط سے کام لیا اور مشروع تعظیم کو توحید کے منافی اور شرک و کفر کے برابر قرار دیا جس کی تصریح ان کی کتب توحید میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس زمان سعادت اقران میں حجتہ الخلف بقیۃ السلف رئیس المشائخ رئیس العلماء العظام مولٰنا ومقتدانا حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی سجادہ نشین درگاہ ٹنڈہ سائیں داد زیدت برکاتہ وفیوضاتہ نے تردید وہابیت میں ایک کتاب اصول اربعہ تالیف فرمائی اور مسلمانان عالم کو اس مفسد طائفہ کے شر سے حفاظت ونجات کا سامان کیا اس لیے اے طالبان علم! اس کتاب کے مطالعہ کی طرف مبادرت کرو، کیونکہ یہ اس موضوع پر بے مثال کتاب ہے اور حق وصواب پر مشتمل ہے۔

فقیر محمد حسن کٹباری

عفاعنہ الباری

حالات مؤلف از قدوۃ السالکین
علامہ مخدوم بصر الدین سیوستانی

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

چونکہ دستور بن چکا ہے کہ ناظرین کی بصیرت میں اضافہ کے لئے آغاز کتاب میں مصنف کے مختصر حالات بیان کردیئے جاتے ہیں اس لئے یہاں کچھ حالات بابرکات حضرت مصنف کے درج کیے جاتے ہیں، (اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔)

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت سیّدنا المؤلف امام الوقت شیخ الاسلام خواجہ محمد حسن جان سرہندی سجادہ نشین ٹنڈہ سائیں داد مدظلہ العالی حضرت الشیخ قطب الوقت غوث الزمان سراج الاولیاء خواجہ عبدالرحمٰن فاروقی مجددی معصومی کے خلف اکبر اور قائم مقام ہیں اور اس خاندان عالی شان میں فیوض و برکات اور ظاہری و باطنی علوم کا سلسلہ نسل در نسل متوارث اور جاری ہے۔

حضرت مولانا مؤلف بتاریخ 6 شوال 1278 ہجری کو دارالرشاد قندھار (افغانستان) میں رونق افروز جہاں ہوئے، ایام طفلی میں اپنے والد بزرگوار سے کسب کمالات کا شغل اختیار کیا اور علوم درسیہ و کتب ابتدائیہ کے اسباق اپنے والد گرامی ہی سے پڑھے اور حضرت کی نظر کیمیاء اثر سے مدارج علیا تک پہنچے یہاں تک کہ ملک افغانستان میں انقلاب آیا اور انگریزوں نے غاصبانہ تسلط جما لیا، تو اس زمانے میں حضرت سراج الاولیاء نے اہل و عیال سمیت ملک عرب کی طرف ہجرت کی، حضرت مؤلف نے کم عمری کے باوجود مجاہدین کے شانہ بشانہ جہاد میں حصہ لیا اور اس زمرہ میں شمولیت اختیار کی، بعد ازاں ہجرت کے دوران

جب ملک سندھ سے گزرے تو مخلصین کی استدعا پر حیدر آباد کے مضافات میں ٹکھر گاؤں میں کچھ عرصہ کے لئے قیام فرمایا اور حضرت علامہ الحاج الحافظ لعل محمد متعلوی سے بعض عقلی و نقلی علوم حاصل کئے پھر 1300 ہجری میں مع اہل وعیال حرمین شریفین کے لئے رخت سفر باندھا، اور ان بابرکت بلاد میں پانچ سال گزارے اور وہاں کے مشاہیر علماء مثلاً حضرت شیخ زینی دحلان مکی اور شیخ رحمت اللہ کرانوی مہاجر ہندی سے علوم کی تکمیل کی، خصوصاً علم حدیث میں استفادہ کیا اور صحاح ستہ کی روایت کی اجازت حاصل کی، اور اہل حقوق کی خدمت، اہل خانہ، قافلہ اور رفقائے سفر کی خدمت گزاری کے باوجود سعی و طواف، حج وعمرہ زیارات مقابر و شاہد تحصیل علم کسب کمالات اور حصول سعادات میں شب و روز کوشاں رہے، مزید برآں انتہائی اشتغال و علائق کے باوجود اس عرصہ کے دوران محض لطف الٰہی حسن سعی اور عالی ہمتی سے قرآن حکیم حفظ کیا، حرمین شریفین میں پانچ سال گزارنے کے بعد والد گرامی کے حسب ارشاد ملک سندھ کا قصد کیا اور ٹکھر (حیدر آباد) میں تقریباً دو سال قیام فرمایا۔

۱۳۱۵ھ میں حضرت سراج الاولیاء نے جوار رحمت الٰہی کی طرف رحلت کی تو حضرت مؤلف قبلہ باتفاق اعزہ وعلماء اور مریدین و مخلصین اپنے آباء واجداد کے طریقہ پر مسند آراء ہوئے، اور ٹنڈہ سائیں داد میں خانقاہ، رہائش گاہ اور مسجد تعمیر کروا کے سکونت اختیار کی۔ ۱۳۲۰ ہجری میں سفر حرمین کا داعیہ پیدا ہوا تو مخلصین کے ہمراہ سفر میمنت اثر کیا اور بخیر و عافیت واپس آئے۔

۱۳۲۲ ہجری میں پھر حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور چوتھی بار عراق و بغداد کے راستے زیارات انبیاء و صلحاء سے مشرف ہوتے ہوئے سفر حج کیا اس دیار میں آپ نے تمام مشاہد و مزارات متبرکہ کی زیارت کی، حج و زیارت سے فارغ ہوئے تو براہ شام و فلسطین واپس تشریف لائے اور زیارات انبیائے کرام سے مشرف و فیضیاب ہوئے، ان اسفار کے عجیب وغریب مشاہدات کو آپ نے ایک سفر نامہ میں تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا۔ اس وقت

آپ خانقاہ شریف ٹنڈہ سائیں داد میں جو کہ سندھ میں ماوی غرباء اور مرجع فقراء و صلحاء ہے، بندگانِ خدا کی رشد و ہدایت کی مسند پر جلوہ گر ہیں اور اپنے اوقات شریفہ، وظائف عبادات و خیرات میں صرف کر رہے ہیں خصوصاً مخلوق خدا کی خدمت بنی نوع انسان کی ہمدردی، مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت اور مذاہب باطلہ کے رد و ابطال میں آپ کا وجود مسعود زمانہ قحط الرجال میں غنیمت عزیزہ اور نعمت عظیمہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو طول بقا عطا کر کے مسلمانوں کو فائدہ دے اور ہم سب کو آپ کے فیوض و برکات سے نوازے [1]۔

حضرت مؤلف نے کثرت مطالعہ وسعت معلومات تبحر علمی اور کمال سلامت و نفاست کے ساتھ تصنیف و تالیف پر قدرت کے باوجود، مگر قلت فرصت کے باعث چند کتابیں اور رسالے علمی یادگار چھوڑے ہیں، ان کتب و رسائل کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ انیس المریدین — یہ کتاب اپنے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کے مقامات و خوارق عادات کے ذکر اور عجیب و اسرار و فوائد پر مشتمل ہے، اور خاص و عام کے لئے مفید ہے۔

۲۔ انساب الانجاب — اس میں مشائخ مجددیہ کا نسب اور زمانہ حاضر تک مشائخ مجددیہ کے اسماء درج ہیں۔

۳۔ رسالہ تہلیلیہ — یہ رسالہ کلمہ طیبہ کے مفہوم اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے متعلق ہے حضرت مؤلف نے ان تینوں تالیفات کو کوشش خاص سے طبع کروا کر مفت تقسیم کیا۔

۴۔ شفاء الامراض — یہ کتاب وظائف و امراض اور تعویذات پر مشتمل ہے۔

---

[1] حضرت مؤلف 2 جون 1946ء بمطابق 2 رجب 1365 ہجری کو دار فانی سے کوچ فرما گئے اور کوہ گنجہ کے دامن میں مزار سراج الاولیاء کے پہلو میں دفن ہوئے، مزار مرجع خاص و عام ہے۔

۵۔ رسالہ ردّ قادیانی

۶۔ رسالہ عالم برزخ (عربی) — یہ روح کے موضوع پر ہے۔

۷۔ رسالہ تحقیق الجمعہ فی القریٰ (عربی)

۸۔ الاشارہ الی البشارہ — مکتوبات امام ربانی پر بعض معترضین کے اعتراضات کے رد میں۔

۹۔ سفرنامہ 10،4 — شرح چہل کاف

۱۰۔ اجازت نامہ احادیث مسلسل — از شیخ محمد ابی نصر شامی (عربی زبان میں)

۱۱۔ شرح حکم شیخ عطاء اللہ اسکندرانی

۱۲۔ ترجمہ عہود مواثیق شیخ عبد الوہاب شعرانی (فارسی)

۱۳۔ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ (کتاب زیر نظر)

۱۴۔ رسالہ فی احکام الطاعون (عربی)

۱۵۔ سرور المحزون فی اللطائف (عربی)

۱۶۔ رسالہ فی ذکر اولیاء الزمان — وہ اولیائے زمانہ جن سے حضرت کی ملاقات ہوئی کے ذکر میں۔

۱۷۔ رسالہ فی عجائب مصنوعات اللہ تعالیٰ (فارسی)

وَاٰخر دعوانا ان الحمد لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْکُرَمَاء

یہ چند جملے ہیں جو نسمات قدس (قدس کے جھونکوں) اور رشحات انس (اُنس کے قطروں) سے اس کم علم کے دل پر القاء کئے گئے، میں نے چاہا کہ بطور یادگاران کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے تاکہ برادرانِ مذہب وملت ان سے فائدہ حاصل کریں۔

واضح رہے کہ اس زمانہ میں خواہش پرستوں کا ایک گروہ دنیائے اسلام میں ظاہر ہوا جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور اہل سنت خصوصاً مقلدین مذہب حنفیہ کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائیاں کرتے اور دین حق کی شمع بجھانے کی سرتوڑ کوششوں میں مشغول رہتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بڑی تعداد میں لوگوں کو دام فریب میں گرفتار کر کے اپنا ہم مشرب بنالیا ہے۔

ہندوستان میں اس گروہ کا امام اول مولوی اسماعیل دہلوی ہے جس نے ۱۲۵۰ ہجری کے لگ بھگ خروج کیا اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو اور فارسی میں ترجمہ کر کے اس کو بنام تقویت الایمان ''ہندوستان میں شائع کیا، بعدازاں اہل اسلام کا دین وایمان غارت کرنے کے لئے صراط مستقیم وغیرہ رسائل تصنیف کیے، پھر اس کے چیلوں مثلاً عبداللہ غزنوی، نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، رشید احمد گنگوہی اور مدرسہ دیوبند کے بعض مولویوں نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اور کتب ورسائل اور دفاتر کثیرہ سیاہ کر کے بہت سے لوگوں کو دام تزویر میں پھنسایا۔

اس فرقہ کے متاخرین دوراہوں پر چلے، ایک گروہ نے کھلے عام اہل حدیث کہلوا کر تقلید شخصی کا انکار کیا اور امت مرحوم کے اکابر علماء صلحاء اور اولیاء کو مشرکین اور مبتدعین (بدعتی) قرار دیا، دوسرے گروہ نے حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر خود کو حنفی ظاہر کیا، حالانکہ یہ

گروہ عقیدہ میں پہلے گروہ کا ہم نفس و ہم قفس ہے ان کا حنفیت کا پردہ اس لئے ہے کہ سادہ لوح حنفی مسلمانوں کو بہکا کر راہ راست سے بھٹکا سکیں، کیونکہ اگر یہ وہابیت کا علانیہ اظہار کریں تو لوگ ان سے نفرت کریں گے اس لئے ان کا یہ حیلہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے اور سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس تدبیر سے اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔
اس لحاظ سے اہل ایمان کو اغواء کرنے اور اہل اسلام کے عقائد و نظریات پر شبخون مارنے میں دوسرے گروہ کا ضرر پہلے گروہ کے ضرر سے کہیں زیادہ ہے بناء بریں اس رسالہ کے زیادہ تر مخاطب یہی لوگ ہیں، جن کے ظاہری خدوخال یہ ہیں کہ اگر ان کے ظاہر پر نظر کی جائے تو پختہ مسلمان ہیں اور باطنی خباثت پر اطلاع ہو تو بدتر از شیطان ہیں، بظاہر صلاح سے آراستہ ہیں، ان کا لباس سفید و پاکیزہ ہے، ریشیں دراز ہیں، نمائشی تقویٰ کے مجسمے ہیں ان کی زبان نرم اور شیریں ہے اور یہ لوگوں سے اذیتیں بھی سہتے ہیں مگر ان کا باطن امت مرحومہ پر لعن طعن کی خباثت سے آلودہ ہے، یہ کرامات اولیاء، ارواح مقدسہ سے استمداد اور اموات کے لئے بہ تعین یوم ایصال ثواب کے منکر ہیں، مزید براں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں، بارگاہ رسالت میں حاضری، یا رسول اللہ، کے کلمات کے ساتھ غائبانہ ندا اور انبیاء و صلحاء کے ساتھ توسل کو حرام جانتے ہیں۔

وہابیوں کے عقائد:

چونکہ عقائد وہابیہ کا ذکر درمیان آ گیا۔ اس لیے آ گاہی عوام کی خاطر وہابیوں کی کتابوں سے چند عقائد نقل کئے جاتے ہیں، اگرچہ نقل کفر کفر نباشد، مگر دل ان کی تحریر سے کانپتا زبان قلم ان کے ذکر سے لرزتی ہے وجہ یہ ہے کہ ان کا ذکر بے ادبی سے خالی نہیں، خواہ یہ تذکرہ حکایتاً ہو مگر ضرورت کا تقاضا ہے کہ ان کو نقل کیا جائے، اس گروہ کا مایہ ناز مسئلہ توحید، ہے جسے یہ اپنی جماعت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، اور دوسروں کو مشرک فی التوحید جانتے ہیں، مگر ان کے عقیدہ توحید کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے (خدا کی پناہ) ان کے نزدیک

''اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ جاننا بدعت اور گمراہی ہے''

ملخص از ایضاح الحق ص۳۴ مولوی اسماعیل دہلوی

صیانۃ الایمان ص۵ مولفہ شہود الحق شاگرد نذیر حسین دہلوی

براہین قاطعہ ص۲ خلیل احمد مصدقہ رشید احمد گنگوہی

''حق تعالیٰ عرش پر بیٹھا اور کرسی پر دونوں پاؤں رکھے ہے جس کی وجہ سے کرسی چر چر کر رہی ہے۔''

حوالہ وحید الزمان در ترجمہ قرآن حاشیہ آیت الکرسی

''اللہ تعالیٰ کی صفات حادث ہیں اور اس کا تفصیلی علم بھی حادث ہے''

اقاقہ البرہان از عبد الاحد غازی پوری، ازاحہ العیب ص۷

''زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ ہوا میں تھا'' فتاوی محمدیہ ص۲ سطر۲۴

یہ ہیں ان کے عقائد در بارہ توحید، اب ذرا رسالت کے متعلق ان کے عقائد ملاحظہ کیجئے۔

عقائد در بارہ رسالت:

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین نہیں کیونکہ النبین میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔'' (جامع الشواہد بحوالہ نصر المومنین ص۶ مولفہ نواب صدیق حسن)

۲۔ تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں۔

جامع الشواہد بحوالہ کتاب رد تقلید مطبوعہ صدیقی بار اول مولفہ صدیق حسن

۳۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی تعظیم جتنی کرنی چاہیے۔''

تقویۃ الایمان ص۶۰

۴۔ ''ہر مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔''

تقویۃ الایمان ص۱۴

۵۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اطہر میں زندہ نہیں بلکہ (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔''

تقویۃ الایمان

۶۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر اور آپ کے مشاہد و مساجد کی طرف سفر کرنا،

یونہی کسی نبی یا ولی کی قبر اور دیگر بتوں کی زیارت کو جانا شرک اکبر ہے۔"

تقویۃ الایمان ص ۶۴ کتاب التوحید از محمد بن عبد الوہاب [1]

۷۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم غیب کا عقیدہ رکھنا برا ہے۔" تقویۃ الایمان ص ۲۶

۸۔ "نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔" [2] ملخص از صراط مستقیم ص ۹۳

۹۔ "میری لاٹھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر ہے سانپ وغیرہ کے قتل کرنے میں کام آتی ہے۔" اوضح البراہین ص ۱۰ بحوالہ سید دحلان مکی

۱۰۔ "انبیاء واولیاء بے کار ہیں۔" ملخص از تقویۃ الایمان

۱۱۔ "انبیاء واولیاء کو کوئی قدرت حاصل نہیں، نہ وہ سنتے ہیں۔" ایضا

۱۲۔ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر دوسرا نبی پیدا ہونا ممکن ہے۔"

تقویۃ الایمان ص ۳۰

۱۳۔ "علم غیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے اور آپ کے لئے یہ علم نص سے ثابت نہیں ہے۔" [3] ملخص از حفظ الایمان از اشرف علی تھانوی

۱۴۔ "آنحضرت کا علم ملک الموت اور شیطان سے کم ہے اور جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ حضور کا علم ملک الموت اور شیطان سے زیادہ ہے اور نص سے ثابت ہے تو ایسا عقیدہ شرک ہے۔" [4]

براہین قاطعہ ص ۵۱

---

[1] اِنَّ السَّفْرَ اِلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ وَ مَشَاهِدِهٖ وَمَسَاجِدِهٖ اٰثَارِهٖ وَقَبْرِ نَبِیٍّ اَوْ وَلِیٍّ وَ سَائِرِ الْاَوْثَانِ.

[2] صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین کو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است صراط مستقیم

نماز میں شیخ اور اس کی مانند دیگر بزرگوں رسالت مآب ہوں کتنے درجے اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔

اجماع امت

۱۵۔ ''اجماع امت جس کی سند ہم کو معلوم نہ ہو، حجت شرعی نہیں'' معیار الحق ص ۱۳۱

فقہ

۱۶۔ فقہ کی متداولہ کتابوں کے مطالعہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، ان کتابوں کو جلا دینا چاہیئے

بوئے غسلین از مولوی عبدالجلیل

۱۷۔ ''مشکل کے وقت پیغمبروں شہیدوں اور فرشتوں کو پکارنا شرک ہے۔''

تقویۃ الایمان ص ٦

۱۸۔ انبیاء اولیاء کو اپنا شفیع جاننا شرک ہے۔ تقویۃ الایمان

۱۹۔ اس زمانہ کے تمام لوگ کافر ہیں۔ ایضاً

۲۰۔ رام چندر، کشن جی، چھمن یہ سب برحق انبیاء تھے، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔[۱]

ہدیۃ المہدی

۲۱۔ نبیوں اور ولیوں کے مزارات بت کی مانند ہیں، ان سے مدد چاہنا شرک ہے۔''

ہدیۃ السائل ص ۳۰۸ صدیق حسن خان

۲۲۔ تقلید شخصی، میلاد مبارک، قیام، وظیفہ، یا رسول اللہ، یا عبد القادر جیلانی شیاللہ تیجا، چوتھا، گیارہویں، اسقاط میت یہ سب کفر شرک اور بدعت ہیں۔

لوامع الانوار ص ۸ غلام حسین، براہین قاطعہ ص ۴۸

بقیہ حاشیہ ۳ اس عبارت کے اصل الفاظ اس طرح ہیں۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے، کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ حفظ الایمان ص ۷

۴ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ کے ص ۵۱ پر لکھتے ہیں:

''شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

۲۳۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔''

ملخص تقویۃ الایمان ص ۵۵

۲۴۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطریق تعظیم کھڑا ہونا شرک ہے۔

تقویۃ الایمان ص ۲۳

۲۵۔ ''جو کوئی ولی اللہ کے مزار سے امداد چاہے وہ کافر و بے ایمان و شیطان ہے۔''

تذکیر الاخوان ص ۱۵۴

۲۶۔ قادری نقش بندی چشتی وغیرہ گمراہ ہیں، تعویذ دھاگہ اور مراقبات کا عمل شرک ہے۔

تذکیر ص ۷

یہ دربارہ رسالت وہابیہ کے مختصر عقیدے ہیں، اب کچھ ان کے عملیات کے متعلق بھی سنیے:

وہابیہ کے عملیات:

۲۷۔ ''جو اپنی بیوی سے جماع کرلے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے جائز ہے۔''

ہدایۃ القلوب ص ۲۷ مولوی محمد سعید، بلاغ المبین

۲۸۔ خالہ غیر حقیقی جو باپ شریک ہو اور مائیں جدا جدا ہوں، اس کے ساتھ بھانجے کا نکاح صحیح ہے۔

جامع الشواہد بحوالہ فتاویٰ عبدالقادر

۲۹۔ دادی کا نکاح پوتے سے جائز ہے کیونکہ اس کی حرمت منصوص نہیں ہے۔

پرچہ اہل حدیث نمبر ۴۵، ۴۶ ثناء اللہ، امرتسری ۴ رمضان ۱۳۲۸

۳۰۔ ''اگر کتا کسی برتن سے پانی پی لے تو اس کا پس خوردہ پاک ہے۔ طریقہ احمدیہ نصر

۱؎ پوری عبارت یوں ہے:

وَلِهٰذَا مَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَجْحَدَ نُبُوَّةَ الْاَنْبِيَاءِ الْاٰخِرِيْنَ لَمْ يَذْكُرْهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ وَعُرِفَ بِالتَّوَاتُرِ بَيْنَ قَوْمٍ وَلَوْ كُفَّارٍ اِنَّهُمْ كَانُوْا اَنْبِيَاءَ صُلَحَاءَ كراهم چندر لچھمن کشن جی بَيْنَ الْهُنُوْدِ الی اخرہ۔

ترجمہ: اس لئے ہمیں دوسرے انبیاء کی نبوت کا انکار نہیں کرنا چاہیے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا، خواہ ان کی قوم کافر ہو، اور ان کا انبیاء صلحاء ہونا تواتر سے معلوم ہو، مثلاً رام چندر لچھمن اور کشن جی، الی آخرہ۔

۲؎ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

الباری پارہ اول حاشیہ پر لکھا ہے کتے اور خنزیر کا پس خوردہ پاک ہے۔"

۳۱۔ مرد اور عورت کی منی پاک ہے۔ عرف الجادی ص ۱۰، کنز الحقائق وحید ص ۱۶ روضہ ندیہ ص ۱۱، ۱۲

۳۲۔ مردار کا گوشت اور غیر آدمی کا بول و براز پاک ہے۔ [1] روضہ ندیہ ص ۸، ۱۰

۳۳۔ قرآن مجید کو گندگی میں ڈالنا اور وقت ضرورت اس کا مقعد یا پاؤں کے نیچے رکھنا درست ہے۔ کتاب تحریق اوراق ص ۴، ۵ تصنیف غلام علی، کلمۃ الفصیح ص ۳۲

۳۴۔ جس برتن سے خنزیر پانی پی لے اس کو ایک بار دھونا کافی ہے۔ طریقہ احمدیہ کلاں ۳۴

۳۵۔ خنزیر کی کھال وباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے کنز الحقائق ص ۱۳

۳۶۔ دس عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا درست ہے عرف الجادی ص ۱۱۵

۳۷۔ اصحاب صریح حدیث سے انکار کرتے اور اپنے فتویٰ پر عمل کرتے تھے۔

(فتاویٰ عبدالجبار غزنوی ص ۱۸۱)

۳۸۔ پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک کہ اس کے تینوں اوصاف بدل نہ جائیں، کتے اور خنزیر کا لعاب اور ان کا پس خوردہ (جوٹھا) پاک ہے۔

نزل الابرار مولفہ وحید الزمان ص ۴۹۱

۳۹۔ شرم گاہ کی رطوبت، شراب، حرام، یا حلال جانور کا پیشاب پاک ہے۔

نزل الابرار جلد اول ص ۴۹

یہ تمام عقائد و اعمال، جن کے حوالہ جات گزرے، کتاب اباطیل وہابیہ تصنیف مولوی احمد علی اور کتاب سیف الابرار تصنیف نظام الدین ملتانی سے منقول ہیں، یہاں اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں پوری تفصیل محولہ بالا کتابوں میں ہے ان کے ان عقائد باطلہ کی تعداد ۳۵۰ سے زائد ہے، اگر کسی کو مزید تحقیق درکار ہو تو ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔

پس اے برادران اسلام!

---

[1] (اونٹ کا پیشاب) حدیث شریف میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز ہے، جس کو نفرت ہو وہ نہ پئے لیکن حلت کا اعتقاد رکھے، ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔

لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ ماکول اللحم جانور کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۵۵۵

خدارا انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے اور بتایئے کہ کیا یہ عقائد و اعمال اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے؟

کیا تابعین وتبع تابعین کا ان عقائد ونظریات سے کوئی تعلق تھا؟

یا سلف امت ان عقائدواعمال کی حامل رہی ہے؟

بتایئے کیا ان کے عقائد توحید میں اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مکاں اور عجز ثابت نہیں ہوتا؟

کیا ان عقائد میں بارگاہ رسالت کی توہین وتحقیر اور حضور کی تصریحاً اور تلویحاً معاذ اللہ تذلیل ثابت نہیں ہوتی؟

کیا یہ عقائد شریعت محمدیہ کی اہانت پر مشتمل نہیں؟

ہاں، ہاں، اللہ کی قسم بروئے انصاف یہ سب ثابت ہے، پھر اس خباثت باطنی کے ساتھ ان لوگوں کو اہل حدیث ہونے کا دعویٰ جچتا ہے؟ یا دعویٰ مسلمانی ان کو سزاوار ہے؟

کیا ان غلیظ عقائد واعمال کے ساتھ لباس کی ظاہری پاکیزگی، لمبی داڑھیاں نرم گفتگو اور چرب زبانی جو مخلوق خدا کو دھوکہ ڈالنے کے لئے ہے، از روئے شرع شریف ان کی نجات کی ضامن ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ زمانہ نبوت کے منافقوں کی تمام نشانیاں ان میں موجود ہیں، اگر تم پوچھو کہ وہ علامتیں (نشانیاں) کونسی ہیں: تو سنو!

حق تعالیٰ سورہ بقرہ میں منافقوں کے احوال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ — کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ج — وہ لوگ اہل ایمان نہیں۔ یہ اس دعویٰ ایمان سے اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیا چاہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ان کا پردہ چاک کر کے فرماتا ہے:

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ — یہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور (اس فعل کی قباحت کو) جانتے نہیں۔

غیر مقلدین کا یہ گروہ بھی مخلوق خدا کو دھوکہ دینے کے لیے تقویٰ کا اظہار کرتا ہے اور آیات واحادیث کونوک زباں رکھتا ہے تا کہ مکر کے ذریعے لوگوں کو اپنے جال میں پھانسے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ — ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ○ — ان کے لئے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے وہ کہ جھوٹ بولتے تھے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○ — اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

(ف) وہابیوں کا بھی یہی طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو دین وشریعت کے حامی سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ○ — سن لو، یہی فسادی لوگ ہیں مگر (اپنے فساد عقیدہ کی تباہ کاریوں کو) سمجھتے نہیں۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ — اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خلوص کے ساتھ ایمان لاؤ جس طرح یہ لوگ صحابہ کرام ایمان لائے تو کہتے ہیں، کیا ہم ان احمقوں کی طرح ایمان لائیں۔

یہی حالت ہے اس زمانہ کے وہابیوں کی، اگر ان سے کہا جائے کہ اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ کر عام امت مرحومہ کے عقیدے اور اعمال اختیار کرو تو کہتے ہیں کہ تم نادان اور احمق ہو، تم نے قرآن وحدیث کو چھوڑ رکھا ہے تم تو زید وعمر کے قول کے مطابق عمل کرتے ہو، ہم ہرگز تمہاری طرح ایمان نہیں لائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید ان الفاظ میں فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

سن لو، یہی نادان اور احمق ہیں، مگر (اپنی حماقت سے) آگاہ نہیں۔

یہ جاہل نہیں سمجھتے کہ مجتہد کا ارشاد اوّل سے آخر تک قرآن وحدیث کے موافق اور ان کی تعبیر ہوتا ہے۔ دراصل ان بے چاروں کو قیاس کے ماخذوں کا علم نہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝

جب یہ منافق اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور جس وقت اپنے ساتھیوں اور سرداروں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم تو (اہل ایمان کا) مذاق اڑاتے ہیں۔

یہی انداز ہے حنفی نما وہابیوں کا، وہ جب جماعت احناف سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور جب وہابی سرغنوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم تو ان کو فریب دینے کے لئے حنفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے سرداران منافقین کو شیاطین قرار دیا، وہ بظاہر انسان ہیں۔ مگر شیطانوں جیسے کام کرتے ہیں اس لیے شیاطین ہیں، کیونکہ اصل اعتبار عقائد واعمال کا ہے۔ جسد و صورت کا نہیں، خواہ کوئی صورتاً انسان ہو، اللہ تعالیٰ سورۃ الناس میں فرماتے ہیں:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (سورۃ الناس)

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب، سب لوگوں کا بادشاہ سب لوگوں کا خدا (ہے) اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، جن اور آدمی۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے قول ''ہم اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں'' کے جواب میں فرمایا:

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِءُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ — اللہ تعالیٰ ان کے مذاق کا بدلہ دیتا ہے اور انہیں سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے تو وہ حیران و سرگرداں ہیں (اور گمراہی میں ٹھیک رہے ہیں)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ص — ان لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔

یہ پوری تصویر ہے غیر مقلدین کی، انہوں نے راہ راست چھوڑ کر گمراہی اختیار کر لی، اور اللہ تعالیٰ ان کے اس کاروبار کا ثمران الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○ — تو ان کی تجارت فائدہ نہ لائی اور وہ راہ راست نہ پا سکے،

غیر مقلدین اس آیت کی تفسیر ہیں، کہ وہ اپنے فاسد عقائد کی وجہ سے راہ راست گم کر چکے ہیں۔

ایک سوال: اگر سوال کیا جائے کہ غیر مقلدین انہی آیات کو تمہارے خلاف استعمال کریں اور دلیل قائم کریں، اور مقلدین کو منافقین سے تشبیہ دیں اور نفاق کی تمام نشانیوں کو تم پر چسپاں کریں تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟

جواب: ہم اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ ایسا دو وجہ سے ممکن نہیں۔

وجہ اوّل: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے شروع میں فرمایا ''وَمِنَ النَّاس''. اس میں من تبعیضیہ ہے، اس سے مراد ہے کچھ لوگ یہ مدینہ منورہ کے کچھ باشندے تھے اور بہ نسبت دوسرے صحابہ کرام کے بہت تھوڑے تھے اسی طرح غیر مقلدین بھی مذاہب چہارگانہ کے متبعین سے بہت کم ہیں، اس لئے منافقوں کے ساتھ ایسی تشبیہ غیر مقلدوں پر راست آتی ہے نہ کہ مقلدوں پر۔

وجہ دوم: ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقین کے متعلق فرماتا ہے۔'' جب منافقین اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم ایمان لائے'' اور خلوت میں اپنے سردار شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں یہ نشانی بھی مقلدین پر منطبق نہیں آتی ، کہ وہ وہابیوں کے پاس جا کر کہیں کہ ہم تمہارے مذہب پر ہیں۔ اور جب مقلدین کے علماء ان سے سوال کریں کہ تم وہابیوں کے پاس کیوں گئے، تو جواب میں کہیں کہ ہم تو ہنسی کھیل میں وہابی ہوئے، تاکہ وہابیوں کو تقلید کا فریب دیں۔

یہی علامت حنفی نما وہابیوں کی ہے، کیونکہ مقلدین میں کوئی ایسا نہیں جو منافقت کی وجہ سے اپنے آپ کو وہابی ظاہر کرے؟ حالانکہ ہزار ہا وہابی ایسے ہیں جو منافقت کے باعث اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ اس لئے انصاف سے کام لو اور حقیقت کا جائزہ ہوش مندی سے لو۔

نزاعی مسائل

مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان اصولی اور بڑے نزاعی مسائل چار ہیں۔

۱۔ غیر اللہ کی تعظیم

۲۔ ارواح صلحاء سے توسل اور استمداد

۳۔ غائبانہ ندا اور سماع موتی

۴۔ مجتہدین مذاہب کی اتباع وتقلید،

وہابی ان مسائل کو شرک، کفر اور بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ان کے عقائد کے ضمن میں بحوالہ کتب بیان کیا جا چکا ہے اس کے برعکس اہل سنت و جماعت ان کو مباح مسنون اور واجب تک قرار دیتے ہیں۔

ہم مقلدین پر لازم ہے کہ ان مسائل کی اباحت، سنیت اور وجوب کے دلائل کتاب و سنت اور سلف صالحین اور علمائے دین کے اقوال و افعال سے ثابت کریں۔ لیکن مقصود کلام سے پہلے غیر مقلدین حضرات سے عموماً اور حنفی نما وہابیوں سے خصوصاً التماس ہے کہ خدارا

پردہ تعصب ہٹا کر اور مقلدین سے بے جا اور بے محل ناراضی چھوڑ کر از روئے انصاف کھلے دل و دماغ سے اس رسالہ کے مضامین پر نگاہ ڈالیں اور جو نتیجہ انصاف کے تقاضوں پر پورا اترتا ہو اس کو بروئے کار لائیں یہ حق طلبی کی نشانی ہے اور جو دلیل طبیعت کے مخالف ہو، اس کے ردو قدح کے درپے نہ ہوں کیونکہ یہ نفس پروری کی علامت ہے، (مگر سچ ہے کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اصل اوّل غیر اللہ کی تعظیم

غیر اللہ کی تعظیم و تکریم کتاب اللہ، سنت نبویہ اور سلف صالح و علمائے امت کے اقوال و افعال سے ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

کتاب اللہ سے ثبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم اور احترام کرتا ہے تو یہ عمل اس کے دلی تقویٰ کا آئینہ دار ہے۔

یہ شعائر کیا ہیں، ان کا مفہوم سمجھئے، محقق دہلوی شیخ عبدالحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''شعائر شعیرہ کی جمع ہے اور شعیرہ نشانی کو کہتے ہیں پس ہر وہ چیز جس کے دیکھنے سے خدا یاد آئے شعیرہ ہے اور وہ شعائر اللہ میں سے ہے''

اس لحاظ سے شعائر اللہ کا اختصاص صفا اور مروہ ہی کے ساتھ نہیں بلکہ صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے کچھ شعائر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ

بے شک صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔

پھر عرفات، مزلفہ اور منیٰ کا شعائر ہونا بھی خاص نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

''بڑے بڑے شعائر اللہ چار ہیں، (۱) قرآن حکیم، (۲) کعبۃ اللہ، (۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز یہی بزرگ الطاف القدس کے صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:

''شعائر اللہ کی محبت قرآن حکیم، پیغمبر علیہ السلام اور کعبہ شریف کی محبت سے عبارت ہے، بلکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے نسبت رکھتی ہو اس کی محبت بھی اس قبیل سے ہے یہاں تک کہ اولیائے کرام کی محبت بھی شعائر اللہ کی محبت ہے۔''

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں خود امام وہابیہ مولوی اسماعیل نے اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' کے پہلے باب میں لکھا ہے:

و از فروع حب منعم است تعظیم شعائر او یعنی اموریکہ بآں مناسبت خاصہ مے دارد بحیثیتے کہ ذہن کے کہ واقف بآں مناسبت باشد ازاں امور بآں منعم انتقال مے کند مثل تعظیم نام او وکلام اُو ولباس اُو و سلاح او حتیٰ کہ مرکب اُو ومسکن اُو الی آخرہ

اور منعم (نعمت عطا کرنے والے) کی محبت کی فرع ہے اس کے شعائر کی تعظیم، پس وہ امور جو اس (منعم) کے ساتھ خاص نسبت رکھتے ہوں اس حیثیت سے کہ کوئی اس نسبت سے آگاہ ہو تو اس کا ذہن ان امور سے منعم کی طرف انتقال کرتا ہے مثلاً اس کے نام، کلام، لباس اسلحہ حتیٰ کہ مرکب (سواری) اور مسکن (گھر) کی تعظیم۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں اور نشانیوں کی تعظیم اللہ تعالیٰ (جو کہ منعم حقیقی ہے) کی محبت ہے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی، کلام مبارک، لباس اسلحہ، سواری جائے سکونت، جائے ولادت، روضہ اطہر اور آپ کے شاہد و مساجد کی تعظیم حضور کی ذات مقدسہ کی تعظیم ہے جو درحقیقت اللہ رب العزت کی تعظیم ہے، یونہی اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کی تعظیم اور ان سے منسوب ہر چیز کی تعظیم حضور ہی کی تعظیم ہے، جو دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے، کیونکہ سبب تعظیم اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے۔ وجہ یہ

ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب بھی لامحالہ محبوب ہوتا ہے۔

مولوی اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ رباعی لکھی۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

مجھے اپنی آنکھ پر ناز ہے کہ اس نے تیرا جمال دیکھا اور میں اپنے پاؤں پر جھکتا ہوں کہ تیرے کوچے میں گئے ہیں۔

ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

اور ہر گھڑی اپنے ہاتھ کو ہزار بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے تیرا دامن پکڑ کر میری طرف کھینچا ہے۔

بتایئے یہ سب تعظیم غیر اللہ ہے یا کوئی اور چیز؟ اس گروہ کا امام تو اس طرح کہتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب چیزوں کی اس قدر تعظیم کی تاکید کرتا ہے خدا جانے یہ کیوں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی جگہ تحقیر وتوہین کرتے ہیں؟ اور آپ کی مقدس یادگاروں کو ڈھانے اور مٹانے کے لئے کوشاں ہیں، حالانکہ ان کا امام ومقتدا، تو ان آثار متبرکہ کو شعائر اللہ میں شمار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان آثار کی تعظیم وتکریم کا حکم دیتا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی کلام خداوندی کی اتباع اور اپنے مرشد کی پیروی، اگر دونوں آیات:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ج بے شک صفا ومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں

اور وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے۔

کو بطریق قیاس منطقی جمع کریں تو حد اوسط کے اسقاط سے نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

''صفا ومروہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے''

صفا وہ مروہ حرم مکہ کے متصل دو پہاڑیاں ہیں اور ان کی تعظیم کی وجہ حضرت اسمٰعیل علیہ

السلام کی والدہ محترم حضرت سیدہ ہاجرہ کا ان پر خرام ناز ہے اور قرآن حکیم کی نص سے ثابت ہے کہ ان کے شعائر اللہ میں شامل ہونے کی وجہ اس معصومہ محترمہ کی یادگار بننا ہے اس لحاظ سے وہ مقامات مقدسہ جو فخر الاولین والآخرین اور سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاریں ہیں، مثلاً آپ کی جائے ولادت وسکونت، مقام عبادت وہجرت، مسجد ومرقد یونہی آل واصحاب کے آثار ومزارات (کیوں لائق تعظیم نہیں؟) عقیدت کی نظر میں وہ سب واجب التعظیم ہیں، مگر مذہب وہابیہ پر ان کا لائق تعظیم ہونا تو درکنار، یہ اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے مستحق نہیں بلکہ واجب التخریب ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اگر تم بہ نظر انصاف قرآن حکیم کے اوراق دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ سارا قرآن حضور کی تعظیم وتوقیر سے معمور ہے، سورہ حجرات میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ○

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ○ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○

(سورہ حجرات آیت ۱تا۵)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کے پاس تشریف لے آتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر کوئی ان آیات مقدسہ میں بہ نظر انصاف غور کرے تو اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور عزت وتکریم کا مقام کتنا بلند فرمایا ہے؟ اور بارگاہ رسالت کے آداب کی رعایت کا اہتمام کرتے ہوئے امت محمدیہ پر فرض قرار دیا ہے۔ اور بے ادبوں کی کتنی تہدید وتقریع (کس درجہ ڈانٹ) فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضور کی آواز پر آواز کی بلندی کو حبط اعمال کا سبب ٹھہرایا ہے اور صیغہ جمع کے ساتھ اعمال کا ذکر فرما کر بتادیا کہ زمانہ اسلام کے تمام نیک اعمال (بلکہ خود اسلام جو کہ افضل ترین عمل ہے) اس بے ادبی کے باعث برباد ہو جاتے ہیں۔

آیت کا شان نزول:

مفسرین کرام آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس اپنی قوم بنو تمیم کے ستر افراد کے ہمراہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے، انہوں نے ازواج مطہرات کے حجرات مقدسہ کے باہر سے بے ادبانہ انداز میں پکارنا شروع کر دیا:

يَا مُحَمَّدْ اُخْرُجْ اِلَيْنَا — اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئیے۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو اس بے ادبانہ روش پر زجر وتوبیخ فرمائی، اور انہیں تعظیم وتوقیر اور صبر وثبات اختیار کرنے کا حکم دیا۔

تعجب کی جا ہے کہ بنی تمیم کے وہ لوگ، جن سے موجودہ زمانہ کے نجدی اپنا ناطہ جوڑتے ہیں، شروع ہی سے گستاخانہ اور جاہلانہ روش رکھتے تھے، اسی وجہ سے حدیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

اَلْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ — مشرق (یعنی نجد کے علاقے) میں سختی اور گستاخی ہے۔

خاص نجد کے متعلق حضور کا ارشاد ہے:

هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ بِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ (بخاری) — نجد زلزلوں اور فتنوں کی سرزمین ہے وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ رَأسُ الْكُفْرِ مِنْ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ يَعنى الشَّرْقِ — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حرم سرا سے باہر تشریف لائے اور مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں کفر کا ہیڈ کوارٹر ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور نے بجانب مشرق رخ انور کر کے فرمایا:

اَلْفِتْنَةُ هَاهُنَا اَلْفِتْنَةُ هَا هُنَا — فتنہ یہاں ہے، فتنہ یہاں ہے

بخدا اللہ تعالیٰ کے برحق رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اس سرزمین سے شیطانی سینگ نکلا۔ جس سے مسلمانوں میں فتنے اور زلزلے پیدا ہوئے، بھلا کونسے فتنے اور زلزلے؟ ہاں، ہاں، مسلمانوں کے مال چھینے گئے، مرد قتل کیے گئے اور عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے،

یوں حرمین شریفین کے باشندوں پر قیامت توڑی گئی، ہم اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں کہ ہم پر اپنا کرم کرے اور اس مصیبت سے خلاصی دے اور حال و مال کی اصلاح فرمائے۔

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے نزول قرآن کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا تو ان گستاخ بخدیوں کی حق میں کس قدر وعید شاید کی آیتیں نازل ہوئیں؟ مگر افسوس نزول قرآن کا سلسلہ قطع ہو گیا، اس وقت بخد کے وہابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم نشانیاں مٹانے میں مصروف ہیں اور ہندوستان کے وہابی اس تخریب پر بغلیں بجارہے ہیں۔

فائدہ:

سورہ حجرات کی پہلی آیت کا آغاز لفظ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے ہوا دوسری آیت کے شروع میں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا کی تکرار فرمائی، اگر واوٴ عاطفہ کا لایا جانا ایجاز و جزالت قرآن کا تقاضا تھا یعنی وَلَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فرمایا جاتا تو کافی تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بارگاہ رسالت میں آواز بلند نہ کرنے کا حکم اور حضور کو دوسرے لوگوں کی طرح مخاطب کرنے کی ممانعت، نیز خلاف ورزی پر حبط اعمال کی وعید خاص قرن اوّل کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ قیامت تک جو لوگ صفت ایمان سے متصف ہوں گے ان آداب کی حفاظت و رعایت کے پابند ہوں گے۔ اگر یہ آداب قرن اول کے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت فرما دیتے، جیسا کہ یَا نِسَآءَ النَّبِیِّ یَا اَهْلَ یَثْرِبَ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا کا خطاب مخصوص افراد کے لیے آیا ہے۔

نماز روزہ حج زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کے لیے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سے خطاب کی غرض و غایت یہ ہے کہ اہل ایمان قیامت تک ان احکام پر عمل کریں یونہی بارگاہ رسالت میں آداب بجالانے کے لیے انہی کلمات کا متکرر لانا اسی حقیقت کا غماز ہے، اس سے وہابیہ کا یہ اعتراض دفع ہو گیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آپ کی حیات ظاہری تک محدود تھی اور بعد از وصال انبیاء و صلحاء کے اَجساد و ارواح قابل تعظیم اور لائق استمداد نہیں حالانکہ آیات حجرات کے احکام کی روشنی میں بارگاہ رسالت کا ادب و احترام قیامت

تک اہل ایمان پر فرض ہے۔اس حقیقت پر غور کرو اور انصاف سے کام لو۔

احترام رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ سب تاکیدیں تعظیم غیر اللہ کی آئینہ دار ہیں اس سلسلہ میں ذیل کی آیت کریمہ پر بھی توجہ فرمایئے ارشاد ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اے اہل ایمان (حضور سے ہم کلام ہوتے وقت) راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو، اور غور سے سنو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(سورۃ البقرۃ)

کفار و منافقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے لفظ راعنا استعمال کرتے، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و اصحابہ وسلم بھی محاورہ عرب کے مطابق یہی لفظ کہا کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس لفظی مشابہت کی بناء پر اہل ایمان کو اس لفظ کے استعمال سے روک دیا، بعد ازاں ممانعت کے بعد فرمایا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، مراد یہ ہے کہ جو ان آداب کا لحاظ نہ رکھے اور گستاخانہ طرز عمل پر اصرار کرے وہ کافر ہے، اور ایسے کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے، (اب بتایئے کہ) بارگاہ ربانی سے اہل ایمان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم ہوا کہ نہیں؟

اس آیت کریمہ کے آغاز میں یاَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ قیامت تک ہر مومن پر حضور کا ادب واحترام فرض ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

اگر وہ (معصیت کے ارتکاب سے) اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجائیں، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے مغفرت چاہیں تو اللہ تعالیٰ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

یہ آیت شریفہ کمال وضاحت کے ساتھ مذہب غیر مقلدین کی تردید کرتی ہے کیونکہ لفظ جاؤک عام ہے، اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے دور سے آئیں یا قریب سے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان محروم القسمت لوگوں کا دعویٰ کہ حضور خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی طرف سفر کرنا حرام وشرک ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک کے صریح مخالف اور متصادم ہے، کیونکہ دور سے آنا بغیر سفر کے ممکن نہیں، فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ متبرک مقدس مقامات پر مغفرت اور قضائے حاجت کی دعا مقبول ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا تو ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ فائے تعقیب اس کی مزید وضاحت کرتی ہے، مراد یہ ہے کہ دعائے مغفرت جو بارگاہ رسالت میں حاضری کے بعد ہوگی، وہ مقبول ہے، اس میں ان بدبختوں کے اس دعویٰ کی تردید ہے کہ مقامات مقدسہ کو ان دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی اثر اور دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ جانتا دیکھتا ہے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ کے مقدس کلمات نے شفاعت کا دروازہ کھول دیا گویا استغفار رسول صلی اللہ علیہ وسلم بخشش کی شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اسی وقت مفید ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا بھی اس کے ساتھ ہو۔

منکرین شفاعت کا استدلال

اور جو مسکین شفاعت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شفاعت بے اجازت کسی کے اختیار میں نہیں، اس سلسلہ میں وہ حسب ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ)	کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے۔

جواب: اس کے استدلال کے جواب میں ہم کہتے ہیں، یہ بالکل صحیح ہے کہ شفاعت بے اجازت کسی کے اختیار میں نہیں مگر نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اذن واختیار حاصل ہے، مقام محمود جس کا قرآن حکیم میں وعدہ دیا گیا ہے وہ اسی مقام شفاعت کبریٰ کا نام ہے

اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جس میں بصیغہ ماضی فرمایا أُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ مجھے شفاعت کا مرتبہ عظیم عطا فرمایا گیا۔

اعتراض: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کریمہ کا حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ مخصوص ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا میں لفظ اذ اس اعتراض کی تردید کرتا ہے کیونکہ یہ لفظ کسی خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں، پس آیت زیر بحث سے تین امر ثابت ہوئے۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی طرف سفر کرنا (شرعاً مطلوب ہے)

۲۔ مقدس مقامات پر دعا کا قبول ہونا

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ گاروں کے لیے شفاعت کرنا

آیت کریمہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ. (الفتح)

بے شک وہ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں دراصل وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ قرب ہے؟ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ میں ایسا راز ہے جو حیطہ تحریر سے باہر ہے۔

؎ قلم اینجا رسید و سر بشکست

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

اللہ تعالیٰ کی شان اقدس سے بعید ہے کہ وہ کافروں کو عذاب دے اس حال میں کہ آپ ان کے درمیان موجود ہوں۔

اے عزیز! ہر قوم سرکشی کے بعد عذاب الٰہی اترنے کی مستحق ہوئی سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے۔ کہ قیامت تک حضور کے وجود مسعود کی برکت سے دنیا میں عذاب

سے محفوظ و مامون ہوگئی۔ اگر آپ کا وجود مسعود ہمارے درمیان نہ ہوتا تو ہم طرح طرح کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے سبب کئی قسم کے عذابوں میں گرفتار ہوتے دراصل اس آیت کریمہ میں ان بدبختوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ حضور (معاذ اللہ) مر کرمٹی میں مل گئے۔

خاک باشد در دہان آں قوم — اس قوم کے منہ میں خاک ہو

آیت کریمہ:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ○	اے نبی مکرم! ہم نے آپ کو شاہد (احوال امت کا گواہ) مبشر (بشارت دینے والا) نذیر (ڈرانے والا) اللہ تعالیٰ کے اذن سے داعی الی اللہ اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تمام تشریفات و تعظیمات قابل غور ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے آخر میں آپ کو سراج منیر (روشن) فرمایا، یہ چراغ نور ذات سے منور ہے اور منکرین بدبخت اس کو بجھانے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (برفروزد)	یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے نور خدا کو بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافروں کو ناگوار گزرے

چراغی را کہ ایزد بر فروزد — اگر کس کف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کرے اگر کوئی اسے پھونک سے بجھانے کی کوشش کرے گا تو اپنی داڑھی جلائے گا۔

اور داڑھی جلا دینا آسان ہے۔ مگر ایمان کا چراغ بجھانا بہت مشکل ہے۔

راقم الحروف نے اس آیۂ کریمہ کے اسرار و رموز اور اس موضوع سے متعلق تفصیلی بحث رسالہ تہلیلیہ میں لکھ دی ہے جو اسے پڑھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ اس رسالہ کی طرف رجوع لائے۔

آیۃ کریمہ:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ — اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے، اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ ما عموم کا متقاضی ہے اور اولین و آخرین کے علوم اس عموم میں داخل ہیں۔ اس موضوع پر صحیح احادیث بھی مرتبہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ کیا عجب کہ جس پر بنص قرآن ایسا فضل عمیم ہو وہ علوم اولین و آخرین کا عالم ہو اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ملک الموت اور شیطان کا علم زیادہ ہے، اور یہ نص سے ثابت ہے، ہم پوچھتے ہیں، وہ کونسی نص ہے جو ملک الموت اور شیطان کے عموم علم پر دلالت کرتی ہے؟ تم اس نص کو ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کی اس نص سے ان کی آنکھ کیوں اندھی ہے؟ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا؟

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر

راقم الحروف اس بحر بے کنار سے کتنا کچھ ضبط تحریر میں لا سکتا ہے؟ وہ ذات جس کی پیروی سے درگاہ الٰہی میں مرتبہ محبوبیت حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ خود بارگاہ ربوبیت میں کس قدر محبوب اور مقرب ہو گی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه — کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

جس ذات کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہو اس کے قرب الٰہی کو کن الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ — جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

جس کے امر و نہی پر عمل کرنے کا حکم خود پروردگار عالم نے دیا۔ اس کی عظمت شان کو بھی وہی جانتا ہے۔ سورہ حشر میں ہے۔

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا — جس چیز کا حکم تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

اس بحث کو ہم اس شعر پر ختم کرتے ہیں۔

لَا یُمْکِنُ الثناءُ کما کَانَ حَقَّهٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ کی تعریف کما حقہ ممکن نہیں بس یہی کہتے ہیں کہ آپ خدا کے بعد بزرگ ہیں۔

صلی اللّٰہ علی سیّدنا محمد والہٖ و اصحابہٖ و بارك وسلم اللھم ارزقنا شفاعتہ و امتنا علی سنتہ

رجوع الی المطلوب:

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ تعظیم لغیر اللہ کا شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ○ (البقرۃ) — اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر سے کام لیا۔

اب بتایئے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا علم تعظیم کی جہت سے تھا یا تحقیر کی جہت سے؟ اگر یہ حکم تحقیر کی جہت سے تھا تو شیطان نے اس حکم کو ماننے میں جلدی کیوں نہ کی؟ کیونکہ تعظیم لغیر اللہ کا پہلا منکر شیطان ہے، اور ان لوگوں کا پیشوا ہے جو

انبیائے کرام کی تحقیر وتوہین کا ہمیشہ شغل رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ حکم ربانی تعظیم آدم علیہ السلام کی جہت سے تھا تو معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی تعظیم مامور بہ ہے۔

آیت کریمہ:

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وہ (یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی) ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

اب کہیئے کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں کا ان کے سامنے سجدہ ریز ہونا، تعظیم کے لئے تھا یا کوئی اور معاملہ تھا، اگر غیر اللہ کی تعظیم کفر اور شرک ہوتی تو اللہ تعالی اس کو محل مدح میں ذکر نہ فرماتا، اگرچہ ہم مقلدین کے نزدیک اس شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے کیونکہ سجدہ تعبدی کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کے لئے سجدہ سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے، کہ حضور نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا احدًا اَنْ يَسْجُدَ اَحَدًا لَا مَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (ترمذی)

اگر میں حکم دیتا کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حرمت سجدہ سے حرمت تعظیم بلکہ کفر وشرک کی حالت کیوں کر سمجھ لی گئی ہے؟

فائدہ:

سب سے پہلے جس نے تعظیم غیر اللہ کا انکار کیا، ابلیس تھا، اس لحاظ سے ان منکرین شان نبوت کا پہلا استاد ابلیس ہی ہے اور اس وجہ سے ان کا اس کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ شیطان جب بھی حضور کے سامنے انسانی شکل میں آیا تو کسی نجدی شیخ کے روپ میں آیا، دارالندوہ کا قصہ مشہور ہے کہ جس وقت کفار قریش حضور کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے تو ابلیس نجد کے ایک شیخ کی شکل میں آیا اور حضور کو قتل کرنے کا مشورہ دیا، تو کفار مکہ نے اس مشورہ سے اتفاق کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، مشہور ہے کہ اسی روز سے شیطان کا نام شیخ نجدی پڑ گیا۔ دیکھئے لغت کی مشہور کتاب غیاث اللغات۔

حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مسامرات میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جس سال قریش کعبہ شریف کی تعمیر نو کر رہے تھے اور حجر اسود کی تنصیب پر اختلاف رونما ہوا، اور ہر قبیلے کا سردار اصرار کرتا تھا کہ وہ اس شرف سے مشرف ہو تو طویل صلاح مشورے کے بعد طے پایا کہ جو شخص کل صبح حرم شریف کے فلاں دروازے سے سب سے پہلے داخل ہو گا وہ اس قضیے کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہو گا، چنانچہ اتفاقاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہوئے، تو سب نے آپ کے فیصلے پر اتفاق کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سرداروں کی خوشنودی کے لئے حکم دیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھیں اور ہر سردار چادر کا ایک ایک گوشہ پکڑ کر اٹھائے، چنانچہ سب نے ایسا کیا اور جب حجر اسود مقام تنصیب تک اٹھا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو نصب فرما دیا۔ اس وقت شیطان نجدی شیخ کے روپ میں ظاہر ہوا اور حضور کو مشورہ دیا کہ اس کے پیچھے ایک اور پتھر لگا دیں، مقصد یہ تھا کہ حجر اسود کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو جائے اور لوگ اختلاف میں پڑ جائیں۔ مگر حضور نے نور نبوت سے اس کا مقصد بھانپ کر پڑھا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ تو وہ نامراد ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ (مسامرات باب بناء الکعبہ)

اسی مناسبت کی وجہ سے حضور نے نجدیوں کو قرن الشیطان قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

هُنَا كَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَ بِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانَ (بخاری)	وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے بپا ہوں گے اور شیطان کا سینگ نکلے گا۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ (بخاری)	حضرت ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم کو سنا آپ مشرق (نجد) کی طرف رخ انور کر کے فرما رہے تھے سن لو فتنہ کا مرکز یہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

چونکہ اہل نجد کا شیطان سے پرانا تعلق اور استادی شاگردی کا ناطہ ہے۔ اس لیے وہ اور ان کے

ایجنٹ اس تعلق کو کمال اخلاص کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ ورنہ ان مقامات مقدسہ اور ماثر عظیمہ کو شرک کے الزام میں صفحہ ہستی سے مٹانے کی وجہ کیا ہے؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب کی متبرک یادگاریں ہیں، اللہ تعالیٰ شرک سے پناہ میں رکھے ان مقامات مقدسہ میں نفل پڑھنا، دعا کرنا اور حاجت برآری کے لئے وہاں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا کونسا شرک ہے؟

مقام غور ہے کہ آیت اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (لوگوں میں حج کا اعلان کرو) کا حکم کس غرض سے تھا؟ اور مقام ابراہیم کو مقام عبادت قرار دینے کا مقصد کیا تھا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کے دوران حجراسود کو بوسہ کیوں دیا۔ اور اہل ایمان کے میدان عرفات میں کھڑا ہونے، پھر مزدلفہ کی طرف واپسی جانے منیٰ میں قیام کرنے جمروں کو کنکریاں مارنے، صفاومروہ کے درمیان دوڑنے اور ہر ہر مقام پر دعا مانگنے کی مشروعیت کی غرض وغایت کیا تھی؟ کیا اس میں یادگار خلیل کو محفوظ رکھنے کا اہتمام نہ تھا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنی بارگاہ سے خصوصی رحمت عطا فرمانا بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعظیم غیر اللہ کا ثبوت

مندرجہ ذیل احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسئلہ تعظیم لغیر اللہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گروہ انصار کو حکم دیا۔

قُوْمُوْا لِسَيِّدِكُمْ اور خَيْرِكُمْ — اپنے سردار کے لیے احتراماً کھڑے ہو۔

(بخاری)

یہ حکم حضرت سعد کی تعظیم کے لئے تھا نیز اس لئے تھا کہ انہیں عزت واحترام کے ساتھ سواری سے اتارا جائے، بعض ناداں اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ حکم صرف سواری اتارنے کے لئے تھا، کیونکہ حضرت سعد بیمار تھے، لیکن یہ تاویل بفحوائے حدیث شریف مردود ہے۔ کیونکہ لفظ قوموا بصیغہ جمع وارد ہوا، کیونکہ انہیں سواری سے اترنے میں مدد دینے کے لئے ایک یا دو آدمی کافی تھے، تمام حاضرین کو کھڑا ہونے کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی، اگر حضور کا مقصد حضرت سعد کی تعظیم نہ ہوتا تو قوموا السعد کہہ دینا ہی کافی تھا۔ مگر آپ نے قوموا لِسیدکُمْ فرمایا یہ صراحتاً تعظیمی کلمات ہیں، یہاں ان کلمات سے ایک اور فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ لفظ سید محل تعظیم میں سردار قوم کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

۲۔ ایک اور واقعہ:

ایک دفعہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جامہ مبارک سنوارے بغیر اٹھے اور ان کا معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا، حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي بَيْتِيْ فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عُرْيَانًا يَجُرَّ ثَوْبَهٗ فَاَعْتَنَقَهٗ وَ قَبَّلَهٗ۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زید بن حارثہ مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حرم سرا میں تھے، انہوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور جامہ راست کئے بغیر اٹھے اور کپڑے گھسیٹتے چلے اور آپ نے ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ قیام، معانقہ اور بوسہ اظہار محبت کے لیے تھا، تعظیم کے لئے نہ تھا۔ ہم جواب دیں گے۔ بتایئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کو بوسہ دینا اظہار محبت کے لئے تھا یا تعظیم کے لئے؟ انسان کا پتھر کے ساتھ محبت کرنا کوئی مفہوم نہیں رکھتا، اگر ہم

اسی پر اکتفا نہ کریں اور اپنے بیان کی تائید میں حسب ذیل روایت پیش کریں تو فائدہ سے خالی نہیں کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں پر بوسہ دیا جو صریحاً فعل تعظیم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عرفاً بوسہ محبت منہ پر ہوتا ہے اور بوسہ تعظیم ہاتھ اور پاؤں پر ہوتا ہے۔ اگر ہاتھ اور پاؤں پر جہت تعظیم سے بوسہ دینا جائز نہ ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس کی اجازت نہ دیتے حدیث کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

عَنْ صفوان بن عال قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰی هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبی اِنَّهٗ لو سَمِعَكَ لَكَانَ لَهٗ اربَعَةُ اَعْين فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم فسالاه عَن تِسْعِ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوْاالنَّفْسَ الَّتِي حَرمهاَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا ببرئی اِلٰی ذِی سُلْطَان لِيقتلَهٗ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَاكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصِنَةً وَلَا تولوا الفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَةَ الْيَهُوْدِ اَن لَا تَعْتَدُوْا فِی السَّبْتِ قَالَ

صفوان کہتے ہیں ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا، چلو اس نبی کے پاس، اس کے ساتھی نے کہا، اس کو نبی نہ کہو اگر سن لے گا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی بعد ازاں وہ دونوں بارگاہ رسالت میں آئے اور حضور سے نو نشانیوں کے بارے سوال کیا آپ نے فرمایا اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوری نہ کرو، زناء نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو، کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس قتل کے لیے نہ لے جاؤ۔ جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن عورت پر بہتان نہ باندھو، روز جہاد میدان سے نہ بھاگو اور اے یہودیو! خاص تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ ہفتے کے دن کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھو، صفوان کہتے ہیں کہ یہ سن کر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں

فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَ قَالُوْا چومے، اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ
نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِیٌّ اِلٰی آخر آپ برحق نبی ہے۔
الحدیث۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ شریف کی طرف نگاہ کر کے فرمایا اے کعبہ! تیری بہت بڑی شان اور حرمت ہے مگر ایک مومن کی عزت وحرمت بارگاہ خداوندی میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔

صحابہ کرام کا بارگاہ رسالت میں ادب واحترام

اب کچھ رجوع سپہر اسلام کے ستاروں اور نبی کے یاروں کی طرف کرنا چاہیئے۔ کتب احادیث وسیر میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ رسالت میں اس طرح ادب، انکساری اور عاجزی کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، مراد یہ ہے کہ کثرت تعظیم وتوقیر کی وجہ سے وہ مجلس میں یوں سر جھکا کر تشریف فرما ہوتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو معمولی جنبش سے اڑ جائیں، صحابہ کرام کمال تعظیم کے باعث حضور کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتے تھے، ترمذی شریف کے الفاظ ہیں۔

علمائے امت کے ارشادات:

اب علمائے امت کے کچھ اقوال واعمال بہ نظر انصاف ملاحظہ فرمائیے، حضرت مولانا مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب میں صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری کی عبارات کا خلاصہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

ان مسجدوں، کنوؤں اور یادگاروں کی زیارت مستحب ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، خواہ ان کی اصل معلوم ہو یا نہ ہو، اس استحباب کی تصریح آئمہ احناف کی ایک جماعت، شوافع موالک اور حنابلہ کے ایک گروہ نے مطلقاً کی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھتے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو اور

ان مقامات پر ٹھہرتے یا وہاں سے گزرتے جہاں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا یا جہاں سے آپ گزرے ہوں۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا ایک انداز یہ ہے کہ ان تمام مقامات کی تعظیم کی جائے جہاں حضور نے سکونت اختیار فرمائی یا پڑاؤ کیا۔ اسی طرح ان تمام اشیاء واجزاء کی تعظیم لازم ہے جو آپ کے دست مبارک، پہلوئے مبارک قدم مبارک یا دیگر اعضاء سے چھوکر بابرکت ہوگئی ہوں، پھر یہ بات واجب اللحاظ ہے کہ خواہ اس نسبت کا ثبوت صحیح نقل سے منقول ہو یا اخبار وآثار میں بغیر ثبوت کے مشہور ومعروف ہو۔

(محصل کلام السندھی والمکی ص ۳۶۲)

اب انصاف سے کہے کہ آثار متبرکہ کے ثبوت میں صرف شہرت کافی ہے یا حدثنا عن فلاں کی ضرورت ہے، مولد النبی، دار ارقم، مکان خدیجۃ الکبریٰ مولد فاطمۃ الزہراء اور مساجد وآثار کے متعلق کسی نے نہیں کہا، کہ یہ جعلی ہیں، بلکہ سب لوگ ان کی صحت نقل پر اتفاق رکھتے ہیں اور ان آثار کی زیارت کو مستحب کہتے ہیں، اس سلسلہ میں امام نووی کی ایضاح المناسک، ملا علی قاری کی مناسک اور تاریخ قطبی کا مطالعہ مفید ہے، حد یہ ہے بخدیوں اور غیر مقلدوں کے مستند ومعتمد عالم حافظ ابن تیمیہ اور دیگر علماء بھی ان آثار متبرکہ کو جعلی نہیں کہتے، البتہ اپنے شاذ نظریات کے مطابق ان کی زیارت کو حرام قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب رحلۃ الصدیق میں ابن تیمیہ سے ناقل ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا کہ آپ حج کے لئے روانہ ہوتے تو راہ میں جہاں جہاں ایسے آثار متبرکہ آتے وہاں اتر کر حصول برکت کے لئے نماز ادا کرتے، اور ہر اس درخت کو، جس کے نیچے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا پانی دیتے، ایسی روایات صحاح سنن مسانید اور معاجیم میں بکثرت موجود ہیں، ابن سعد

طبقات میں لکھتے ہیں:

رُئِيَ ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا يَدَهٗ عَلَى الْمِنْبَرِ (يَعْنِى مِنْبَرِ النَّبِيِّ) ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ
دیکھا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے منبر اقدس پر ہاتھ رکھا ہے، پھر حصول برکت کے لئے اسے اپنے چہرے پر پھیرا۔

انہی وجوہات کی بناء پر حضرت امام احمد ابن حنبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اقدس اور قبر انور کو حصول برکت کے لئے بوسہ دیتے تھے، شیخ سمہودی وفاء الوفاء جلد دوم ص ۴۴۲ میں فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن احمد کہتے ہیں، میں نے اپنے والد حضرت امام احمد سے پوچھا، ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کو مس کرتا ہے اور اس کے مس کرنے سے برکت لیتا ہے، اور امید ثواب میں ایسا ہی طرز عمل قبر انور کے ساتھ کرتا ہے تو اس کا یہ فعل کیا ہے؟ فرمایا ''لا بأس به اس میں کوئی حرج نہیں۔''

راقم السطور کہتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے جملہ اصحاب اس استحباب کے قائل ہیں، مگر امام احمد بن حنبل کی روایت بالخصوص لانے کی شاید یہ وجہ ہو کہ اس سے نجدیوں کو تنبیہ اور تبکیت حاصل ہو، کیونکہ یہ لوگ ان کی تقلید کا دم بھرتے ہیں، اور آثار متبرکہ سے برکت حاصل کرنے کو شرک اور کفر جانتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ حنبلیت محض کفر وافتراء ہے۔

علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری شرح الصحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

''میرے شیخ حافظ زین الدین عراقی نے فرمایا مجھے حافظ ابوسعید بن علاتی نے بتایا۔ میں نے حافظ ابن ناصر وغیرہ محدثین کی تقدیم کے ساتھ امام احمد بن حنبل کے کلام کا ایک جز دیکھا جس میں امام احمد سے منبر اطہر اور قبر انور کو بوسہ دینے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تحریر ہم نے شیخ ابن تیمیہ کو دکھائی تو حیرت سے کہا:

عَجِبْتُ احمد عندی جَلِيْلٌ تعجب ہے امام احمد تو بہت جلیل القدر ہیں، حالانکہ اس

میں تعجب کی کوئی بات نہیں، ان کے بارے تو یہاں تک منقول ہے کہ انہوں نے ازراہ عقیدت امام شافعی کی قمیض کا غسالہ نوش فرمایا جب ان کی اہل علم کے ساتھ ادب واحترام کی یہ حالت تھی تو انبیائے کرام اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کی تعظیم کا کیا عالم ہوگا؟ اس قول کو بہ سبب شہرت امام مقری مالکی نے اپنی کتاب ''فتح النعال بصفة النعال'' میں بجنسہ نقل کیا ہے دیکھیے فتح المتعال ص ۸۱۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام احمد کا یہ قول اس روایت سے ماخوذ ہے جو انہوں نے اپنی مسند میں نقل کی ہے۔
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ قبر انور پر رکھا تو لوگوں نے انہیں پیچھے ہٹانے کی کوشش کی، تو آپ نے فرمایا:

لوگو! مجھے چھوڑ دو، میں پتھر کے پاس نہیں آیا، میں تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا ہوں؟

یہ روایت مسند امام احمد جلد ۵ ص ۴۳۲ پر موجود ہے۔
شیخ سمہودی، امام ابن حجر مکی اور امام سبکی نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کے لئے منتظم، وفاء الوفاء اور شفاء السقام کا مطالعہ کیجئے۔ (انتہی مختصراً)

امام مقری اپنی اس باطل شکن تحریر میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار متبرکہ مثلاً لعاب دہن، آب پس خورد، آب وضو اور پسینہ مبارک سے برکت تلاش کرتے تھے۔

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے۔

بَاب مَاذکر من درع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَ عَصَاہٗ وَسَیْفِہٖ وَ قَدْحِہٖ وَ خَاتِمہ وَمَا استعمل الخلفا...... بَعْدَہٗ مِن ذٰلِكَ مِمَّا تَبَرَّكَ اَصْحَابُہٗ وَغَیْرُ ھُمْ بَعْدَ وَفَاتِہٖ (جلد اول ص ۴۳۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درع، عصا تلوار، پیالہ، انگوٹھی اور وہ چیزیں جو حضور کے بعد خلفائے راشدین کے استعمال میں آئیں اور صحابہ کرام اور دوسرے لوگوں نے آپ کے

وصال کے بعد جن سے برکت حاصل کی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لبادہ تھا۔ وہ لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حضور نے اسی لبادہ مبارک میں رحلت فرمائی بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عَائِشَةُ كَسَاءً مُلَبَّدًا وَ قَالَتْ فِي هٰذَا نُزِعَ رُوحُ النَّبِي صلى الله عليه وسلم وَزاد سليمان عَنْ حميد عَنْ اَبِي بُردة اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ اِزَارًا غَلِيْظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكَسَاءً ا مِن هٰذه الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ (بخاری ۱/۴۳۸)

ابو بردہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے ہماری طرف ایک لبادہ نکالا اور فرمایا اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تھی سلیمان نے بحوالہ حمید حضرت ابو بردہ سے اس اضافہ کے ساتھ نقل کیا حضرت عائشہ ہمارے پاس یمن کا بنا ہوا ایک تہ بند نکال کر لائیں اور ایک کساء مبارک جس کو تم لبادہ کہتے ہو،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس نعلین شریفین کا ایک جوڑا تھا وہ لوگوں کو اس کی زیارت کراتے تھے۔ بخاری کے صفحہ ۴۳۸ پر ہے:

ثَنَا عِيسٰى بن طهمان قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسٌ نَعْلَيْنَ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قبالان۔

عیسٰی بن طہمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پرانے جوتوں کا ایک جوڑا لے کر ہمارے پاس آتے۔

ثابت باقی، حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضور کے نعلین مبارک تھے حضرت حمید اللہ بن سلام کے ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس سے وہ پانی انڈیل کر لوگوں کو پلاتے تھے۔

قَال ابوهريره قال لى عبد اللّٰهِ بن سلام اَلَا اُسْقِيْكَ فِي قَدْحٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے مجھ سے فرمایا کیا

شَرِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ۔ آپ کو اس پیالے میں نہ پلاؤں جس میں حضور نے پیا تھا؟

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حصول برکت کی غرض سے اس پیالے کی بہت زیادہ حفاظت کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس حضور کے مبارک بال تھے۔ جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ ان بالوں کو دھوکر اس کا پانی حصول شفا کے لئے مریضوں کو پلاتی تھیں۔

(بخاری جلد دوم ص ۸۴۵)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضور کے تمام آثار متبرک اور واجب التعظیم ہیں پھر قبر اطہر کیوں متبرک نہیں؟ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے تو اس کے متبرک ہونے کے سبب اپنا چہرہ اس پر رکھا، گویا حضور کے قدموں پر جبیں سائی کی۔

امام بخاری کی قبر سے تبرک:

شروح بخاری میں امام بخاری کی قبر کا قصہ منقول ہے کہ ان کی قبر سے مہک اٹھتی تھی اور لوگ تبرکاً اس کی خاک اٹھالے جاتے تھے، امام موصوف کا وصال ۲۵۶ ھجری میں ہوا، یہ عباسی سلطنت کے عروج شریعت کی ترقی اور محکمہ قضاء واحتساب کے کمال کا زمانہ تھا لیکن کسی نے اس فعل پر گرفت نہیں کی، وجہ یہ تھی کہ یہ سلف صالحین کا معمول تھا۔ افسوس ہے بخدیت کے علم برداروں پر، جن کے نزدیک قبر اطہر پر صرف ہاتھ رکھ دینے سے شرک، کفر اور بدعت کا جرم ہو جاتا ہے، سبحان اللہ! وہ محدثین ربانی کا دور تھا یہ محدثین زبانی کا زمانہ ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

دیکھئے راہ کا تفاوت کہاں سے کہاں تک ہے؟

اس بحث کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں کیونکہ اہل انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

نوٹ: الحمد للہ اس کام کا آغاز گزشتہ ماہ یعنی دسمبر ۲۰۰۲ کی سولہ تاریخ کو ہوا اور آج مورخہ ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز فجر یہاں تک مسودہ سے مبیضہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

ارواح صلحاء سے توسل اور استمداد

نزاع کی دوسری اصل ارواح اولیاء وصلحاء سے توسل اور استمداد کا مسئلہ ہے۔ چونکہ اس کی تحقیق بعداز انفصال وانتقال ارواح کے زندہ رہنے پر موقوف ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کی وضاحت کی جائے پھر توسل اور استمداد کو اس پر متفرع کیا جائے، ارشاد ربانی ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔

آپ سے روح کے بارے سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں (اس کے متعلق) بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

مسئلہ روح قرآنی ارشاد کے مطابق نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے اس لئے ہم اپنے قلیل علم کی روشنی میں روح کی حیات وممات کے متعلق گفتگو کریں گے لیکن اس کی ماہیت وکیفیت پر لب کشائی نہیں کریں گے کیونکہ قرآنی نص کے مطابق اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور عالم خلق میں عالم امر کے متعلق زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ شارع علیہ السلام نے خود اس کی ماہیت وکیفیت سے سکوت فرمایا ہے۔ البتہ اس کی حیات اصول اسلام اور قواعد شرع سے ثابت ہے، بلکہ متحقق ہے کہ جسد عنصری سے آزاد ہونے کے بعد اس کے شعور وادراک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سعادت مندوں کی روحیں دوسری نشاۃ میں کافی ترقی کرتی ہیں۔ اور نفوس قدسیہ اس عالم میں جس طرح مصادر فیوض وبرکات ہیں اسی طرح عالم برزخ وامر میں قوت تامہ اور حیات کاملہ کے ساتھ سرچشمہ فیوض وبرکات ہوتے ہیں، اس مسئلہ پر حکمائے اسلام محققین، متکلمین محدثین اور اکابر دین کا اتفاق ہے امام غزالی، امام رازی، امام تفتازانی، علامہ سید شریف، قاضی بیضاوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے کتب ورسائل میں اس مسئلہ کو براہین عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے ثابت کیا ہے

یہاں تک کہ حافظ ابن قیم وغیرہ جوکہ غیر مقلدین کے مستند و معتمد ہیں نے روح کی حیات اور شعور وادراک کو تسلیم کیا ہے علامہ بیضاوی آیت حیات شہداء کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فِیْهَا دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ الْاَرْوَاحَ جَوَاهِرُ قَائِمَةٌ بِاَنْفُسِهَا مُغَایِرَةٌ لِمَا یُحِسُّ بِهِ الْبَدَنِ تَبْقٰی بَعْدَ الْمَوْتِ دَرَّاکَةً وَ عَلَیْهِ جَمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَبِهٖ نَطَقَتِ الْاٰیَاتُ وَ السُّنَنَ۔ (بیضاوی جلد اول ص ۸۵)

اس آیت کریمہ میں دلالت ہے کہ ارواح جواہر ہیں اور اپنی ذات سے قائم ہیں اور جو احساس بدن سے کیا جاتا ہے، وہ اس سے مغایر ہیں مرنے کے بعد بھی ان کا ادراک و شعور برقرار رہتا ہے، جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور آیات واحادیث اسی پر ناطق ہیں۔

اگر کتب درسیہ سے بے خبر یہ سوال کریں کہ وہ آیات واحادیث کونسی ہیں۔ جن سے روح کا ادراک وشعور ثابت ہوتا ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ عذاب قبر کا مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک اتفاقی اور اجماعی ہے نیز قبر میں منکر ونکیر کے ساتھ سوال و جواب اور تنعیم و عذاب جیسا کہ احادیث صحاح میں درجہ تواتر کے قریب ہے، روح کی حیات اور ادراک وشعور پر موقوف ہے اگر روح شعور سے خالی ہو تو فرشتوں کا سوال و جواب کس سے ہوتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ سوال کے وقت روح کو شعور حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد نہیں ہوتا، تو اس کا یہ جواب ہے کہ تنعیم وتعذیب کا سلسلہ تو قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ احادیث صحاح میں ہے اور یہ روح کے ادراک وشعور کی صریح دلیل ہے۔

اس کے علاوہ ہم کو حکم ہے کہ ہم اموات کے ساتھ کلام کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جو کوئی مسلمانوں کے قبرستان میں جائے وہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ

اے اہل قبور السلام علیکم اے اہل ایمان کے گھر السلام علیکم ہم انشاء اللہ آپ سے آ ملنے والے ہیں۔ تم ہمارے پیش رو اور ہم

لَا حِقُوْنَ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ اسئل اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ۔ | تمہارے پیچھے ہیں۔

مسلم ترمذی ابن ماجہ، ابوداؤد بالفاظ متقاربہ نیز حصن حصین ص ۱۵۴ اگر ان مردوں کو شعور حاصل نہ ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمادات کو مخاطب کرنے کا حکم نہ دیتے، حاشاوکلا حضور خود ان الفاظ کے ساتھ اہل قبور کی زیارت کرتے تھے۔

حافظ ابن قیم کتاب الروح (ص ۵) میں لکھتے ہیں:

آثار متواترہ سے ثابت ہے اور سلف امت کا اجماع ہے کہ مردے زائرین کو پہچانتے اور ان کی آواز سے خوش ہوتے ہیں۔

امام سیوطی شرح الصدور کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھتے ہیں:

اَلْاَحَادِيْثُ وَالْاٰثَارُ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الزَّائِرَ مَتٰى جَآءَ عَلِمَ بِهِ الْمَزُوْرُ وَسَمِعَ كَلَامَهٗ وَ اَنَسَ بِهٖ وَرَدَّ سلامه عليه۔ | احادیث وآثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ زائر جب آتا ہے تو صاحب قبر کو اس کا علم ہوتا ہے وہ اس کا کلام سنتا ہے اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے کئی روایات نقل کی ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے وصال یافتہ عزیز کی قبر کے پاس جاتا ہے۔ تو وہ مردہ اس کو پہچانتا ہے اس کی آواز سے خوش ہوتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مثلاً)

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها قَالَتْ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰه صلی الله عليه وسلم مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ اَخِيْهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهٗ | حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ اس سے انس حال کرتا ہے۔ اور

اِلَّا اِسْتَانَسَ بِهٖ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُوْمَ — اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

(کتاب الروح ص ۵، شرح الصدور ص ۱۳۶)

اسی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے گرد کچھ دیر ٹھہرنا، تا کہ میں تم سے انس حاصل کروں صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

ثُمَّ اَقِيْمُوا حَوْلَ قَبْرِىْ قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَ لَحْمُهَا حَتّٰى اسْتَأْنِسَ بِكُمْ۔ — پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے انس حاصل کروں۔

ابن قیم اس حدیث کی بنیاد پر کتاب الروح میں لکھتے ہیں:

''میت حاضرین سے انس وانبساط حاصل کرتا ہے۔''

یہ جو ہم نے علماء کے حوالہ سے کہا کہ موت کے بعد روح کا ادراک وشعور زیادہ ہو جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو حالت حیات میں بند کمرے میں بند کر دیا جائے۔ اس کمرے میں سوراخ نہ ہو تو وہ باہر کی آواز نہیں سن سکتا۔ مگر قبر میں بہ حسب روایات سابقہ سنتا ہے یہاں تک کہ زائر کے قدموں کی چاپ بھی سنتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے:

اِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ — بلاشبہ میت زائرین کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی گھر کی نچلی منزل میں ہو اور دوسرا اوپر والی منزل پر چلے تو زیریں منزل والے کو تکلیف نہ ہوگی مگر میت کی قبر کی پامالی سے اس کو اذیت ہوتی ہے۔ ایک شخص قبر پر تکیہ لگائے، بیٹھا تھا، تو حضور نے اس سے فرمایا۔

لَا تُؤْذِ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ — اس قبر والے کو اذیت نہ دے۔

اس حدیث کو امام احمد نے مسند روایت کیا، اسی لئے قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے

سے منع کیا گیا، دیکھئے ابوداؤد جلد دوم طبع ہند۔

"بَابُ الْمَشْيُ بَيْنَ الْقبورِ فِي النعل"

"قبروں کے درمیان جوتے پہن کر چلنے کا باب"

شارحین احادیث لکھتے ہیں کہ ان احادیث کا یہ مفہوم ہے کہ قبروں کی اہانت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ مردوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے، بلکہ اہل قبور کے مراتب کے لحاظ سے قبروں کا ادب واحترام کرنا لازم ہے۔

مسند امام احمد جلد ششم ص ۲۰۲ میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال اور دفن کے بعد میں اپنے حجرے میں بے تکلف جاتی تھی اور کہتی تھی کہ یہاں ایک میرے شوہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے میرے باپ ہیں، پھر جب حضرت عمر دفن ہوئے تو حجرے میں کبھی بے نقاب نہیں گئی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء آتی تھی، حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا، یہ حدیث مشکواۃ میں بھی موجود ہے، شاہ عبدالحق محدث دہلوی لمعات میں فرماتے ہیں۔

"اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ زائر قبر کا ادب اسی طرح کرے جس طرح صاحب قبر کا اس کی زندگی میں کرتا تھا، بالخصوص صالحین کی قبروں کا۔" (مشکواۃ ص ۱۴۶ طبع نظامی)

روایت بالا سے یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ مردوں کے ادراک وشعور کے معاملہ میں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب کیا تھا؟ اور ان کے انکار سماع موتی کی حقیقت کیا ہے؟ اگر مردوں سے ادراک وشعور کی نفی ان کا مذہب ہوتا تو وہ ہرگز اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے بعد دفن خطاب اور کلام نہ فرماتیں، روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن مکہ شریف کے قریب رحلت فرما گئے تو ان کی نعش کو مکہ لاکر دفن کیا گیا، بعد ازاں حضرت عائشہ نے ان کی قبر پر فرمایا۔

"اے بھائی! اگر میں آپ کے وصال کے وقت حاضر ہوتی تو آپ کو وہیں دفن کرتی اور دوبارہ آپ کے پاس آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔" (ترمذی کتاب الجنائز جلد اول ص ۱۳۱)

الحاصل:

روح کا معاملہ عجب حیرت افزا ہے اس کی قوت حیران کن ہے خصوصاً ارواح مقدسہ کی قوت وطاقت، جو ملاء اعلیٰ میں جا کر فرشتوں کی صفات اختیار کر لیتی ہیں پھر ان کے علم و ادراک، ہوش وشعور اور سیر وتصرف میں دنیا کی کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، قاضی بیضاوی آیت فالمدبرات امرا کے تحت لکھتے ہیں۔

كَالْمَلَائِكَةِ وَاَرْوَاحِ الصُّلْحَاءِ۔ (ان قوتوں کی قسم جو نظام کائنات کی تدبیر کرتی ہیں۔) مثلاً فرشتے اور صالحین کی روحیں۔

اگر چہ ان روحون کا مسکن اعلیٰ علیین ہے مگر قبروں کے ساتھ بھی ان کا کامل تعلق ہوتا ہے شب معراج حضور نے حضرت موسیٰ کو قبر میں مشغول نماز دیکھا پھر مسجد اقصیٰ پہنچے تو ارواح انبیاء کے ساتھ ان سے ملاقات ہوئی، پھر چھٹے آسمان پر حضور سے کلام وخطاب کیا، حالانکہ معراج کا قصہ آنکھ جھپکنے میں مکمل ہو گیا۔

اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي عِلِّيِّيْنَ وَ اَرْوَاحُ الْكُفَّارِ فِي سِجِّيْنَ وَلِكُلِّ رُوْحٍ بِجَسَدِهَا اِتِّصَالٌ مَعْنَوِيٌّ — اہل ایمان کی ارواح علیین میں ہیں جبکہ کفار کی ارواح سجین میں اور ہر روح کا اپنے جسد کے ساتھ ایک معنوی ربط واتصال ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

مَعَ ذٰلِكَ فَهِيَ مَاذُوْنٌ لَهَا فِي التَّصَرُّفِ — اس کے ساتھ ان (روحوں) کو کائنات میں تصرف کی اجازت ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۶۴)

اسی بناء پر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر صحرا میں تمہارے لئے مشکل پیدا ہو اور کوئی یار و مددگار نہ ملے تو تین مرتبہ پکار کر کہو يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِي اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔''

اس حدیث شریف میں عباداللہ کا لفظ عام ہے جو رجال غیب، فرشتوں اور ارواح صلحاء

کو شامل ہے اہل مشاہدہ اور علمائے ثقات نے بارہا اس ارشاد کا تجربہ کیا اور اسے صحیح پایا، دیکھئے علامہ جزری کی حصن حصین ص ۱۰۲ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

''جب روح علائق جسمانیہ سے آزاد ہوتی ہے تو اپنے اصلی مزاج کی طرف لوٹ کر فرشتوں سے جا ملتی ہے پھر ان کے کاموں میں شریک ہو جاتی ہے اور ان کی زیادہ تر سعی و کوشش اعلائے کلمۃ اللہ اور خدائی لشکروں کی امداد و اعانت ہے۔ [۱] (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۴)

چونکہ ارواح طیبہ مقدسہ کی حیات، ادراک، شعور علم، سیر اور تصرف کا مسئلہ ثابت اور محقق ہے اس لئے اب مسئلہ توسل و استمداد پر گفتگو کرتے ہیں۔

مظہر عون الٰہی:

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام جس طرح زندگی میں خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ وسیلہ اور مظہر عون الٰہی ہیں کہ ان کے توسل اور شفاعت سے مخلوق کو دینی اور دنیاوی امور و مقاصد میں کامیابی ملتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی وہ اس عون الٰہی کے مظہر ہیں کہ بوقت توسل و تشفع ان کی روحانی برکات مخلوق کے لئے حل مشکلات اور قضائے حاجات کا سبب بنتی ہیں، البتہ مشکل کشا اور حاجت روا ذات ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، ارواح مقدسہ تو محض وسیلہ واسطہ ہیں، جس طرح اولیائے کرام دنیاوی زندگی میں وسیلہ ہیں اسی طرح وصال کے بعد بھی وہ وسیلہ واسطہ ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

از ہر کہ در حیوٰۃ استمدادے تواند کرد	جس سے زندگی میں امداد مانگنا جائز ہے
بعد از وفات نیز از او استمدادی تواند کرد	سے بعد وصال بھی استمداد جائز ہے

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ کے الفاظ

اِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَتِ الْعِلَاقَاتُ فَلَحِقَ بِالْمَلَائِكَةِ وَصَارَ مِنْهُمْ وَ اَلْهَمَ كَاَنَّهَا مِنْهُمْ وَ سَعٰى فِيْمَا يَسْعَوْنَ فِيْهِ وَ رُبَّمَا اشْتَغَلَ هٰؤُلَاءِ بِاِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰهِ وَنَصْرِ حِزْبِ اللّٰهِ

جب صالح شخص مرتا ہے تو اس کے بدنی علائق قطع ہو جاتے ہیں اور وہ فرشتوں میں جا ملتا ہے جس طرح فرشتے دل میں القاء کرتے ہیں یہ بھی دلوں میں القاء کرتا ہے اور جن کاموں میں فرشتے کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کی سعی کرتا ہے اور کبھی یہ پاک روح فرشتوں کے ساتھ مل کر اللہ کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے میں مشغول ہو جاتی ہے۔

سالکان طریقت کا طریقہ:

طالبان حق اور سالکان طریقت کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ پا کباز بندوں اور بزرگوں سے ان کی ظاہری حیات میں اور بعد از وصال ان کی ارواح سے قرب الٰہی کی مدد طلب کرتے ہیں، زندگی میں قرب الٰہی کی ایسی مدد روحانی ہوتی ہے، اعضاء کی قوت سے نہیں یونہی بعد وصال بھی ان کی روحانی مدد برقرار رہتی ہے بلکہ بعد وصال یہ مدد قوی تر اور فزوں تر ہوتی ہے۔

باقی رہا عوام الناس کا انداز استغاثہ واستمداد، وہ ضرور قابل اصلاح کہے، کیونکہ وہ حد افراط تک پہنچ جاتے ہیں، اور بعض اوقات ملحدانہ ومشرکانہ کلمات وحرکات کا صدور ہو جاتا ہے، علماء کے لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کریں مگر یہ طرز عمل بھی قطعاً غلط ہے کہ زیارت قبور صلحاء کو شرک سمجھ کر اس سے لوگوں کو منع کیا جائے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی نابینا مسجد میں آئے اور قبلہ رو ہوئے بغیر نماز شروع کر دے، اس صورت میں آنکھ والوں پر لازم ہے کہ اس کی رہنمائی کریں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیں، یہ نہیں کہ مسجد کو گرا دیں یا اس کو نماز سے روک دیں، مسلمانان اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نہ تو زندہ بزرگوں کو بالاستقلال حاجت روا سمجھتے ہیں نہ وصال یافتہ بزرگوں کو، کیونکہ اگر کوئی کسی دوا کو حقیقی نافع وضار سمجھے یا کسی حکیم کو حقیقی شافی جانے یا کسی بادشاہ ذی جاہ کو مستقل رازق مانے یا کسی بزرگ کو بالذات حاجت روا خیال کرے تو وہ اسی طرح ملحد ومشرک ہے، جس طرح کوئی کسی مردے کو بالذات وبالاستقلال قاضی حاجات سمجھے، اس کے برعکس اگر کوئی ہر چیز کا فاعل حقیقی اللہ وحدہ لاشریک کو مانے مگر دوا کو نفع وضرر کا سبب حکیم کو ذریعہ صحت اور امراء وسلاطین کو وسائل رزق جانے یونہی انبیاء واولیاء کو حیات وممات میں حل مشکلات اور قضائے حاجات کا محض وسیلہ اور ذریعہ سمجھے تو ایسا شخص صاف عقیدے کا سچا مسلمان ہے کیونکہ اس نے آیت کریمہ۔

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ. اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

پر عمل کیا جیسا کہ علامہ جزری حصن حصین میں زیر عنوان آداب الدعاء لکھتے ہیں۔

وَاَنْ یُّتَوَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْبِیَائِہٖ (خ دس) وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ (خ)

دعاء کے وقت انبیائے کرام اور صالحین کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کیا جائے۔

عمدہ ترین دلیل، حدیث نابینا:

توسل اور استمداد کے باب میں عمدہ ترین دلیل حدیث نابینا ہے۔ اس میں منکرین کی ذلت ورسوائی کے لئے توسل استغاثہ تشفع اور استمداد کا پورا سامان ہے، روایت یوں ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بینائی بحال ہونے کی دعا فرمایئے۔ تو آپ نے اسے حسب ذیل کلمات طیبات پڑھنے کا حکم دیا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں، آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث کو مندرجہ ذیل کتابوں میں نقل کیا گیا:

۱۔ ترمذی شریف ص ۱۹۷/۲

۲۔ نسائی شریف

۳۔ ابن ماجہ شریف

۴۔ مستدرک حاکم ص ۳۱۳/۱، حکم صحت بر شرط شیخین

۵۔ بیہقی در دلائل و کتاب الدعوات، اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب وہ اندھا اٹھا تو اس

کی نظر بحال ہو چکی تھی۔

۶۔ جوہر منظم ص۶۴ از ابن حجر مکی

۷۔ حصن حصین ص۱۲۵

۸۔ شفاء السقام سبکی ص۱۲۳

۹۔ مسند امام احمد ۱۳۸/۴

۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ

۱۱۔ کتاب الاذکار نووی ص۸۳

۱۲۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ۵۵۸/۴

۱۳۔ تحفۃ الذاکرین شوکانی ۱۹۴/۵

اس شخص نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے دعا مانگی تو بحکم خداوندی اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں اس واقعہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاجتمندوں کو حاجت برآری کے لئے اس دعا کا وظیفہ بتایا کرتے تھے۔ اگر اس دعا کا اثر حضور کے ظاہری زمانہ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ بعض بدقسمت تاویل کرتے ہیں، تو یہ بات قطعی ہے کہ صحابہ کرام اس پر ہرگز عمل نہ کرتے، جبکہ حضرت عثمان بن حنیف کا قصہ بہت مشہور ہے۔ کہ انہوں نے حاجت روائی کے لئے اس دعا کا وظیفہ سکھایا۔

''روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو حضرت عثمان سے کام پڑ گیا۔ آپ اس کی طرف التفات نہ فرماتے، وہ شکایت لے کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس گیا انہوں نے اس کو مذکورہ بالا دعا سکھائی، چنانچہ جب اس نے وہ دعا پڑھی تو حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس کا کام بن گیا، اس واقعہ کو طبرانی نے معتبر سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے، انہوں نے اس کو کبیر میں حضرت عثمان بن حنیف کے ترجم میں لکھا، امام بیہقی نے بھی اس کو ثابت کیا اور محدثین اس حدیث کی روایت کے لئے اس طرح باب قائم کرتے ہیں۔

بَابْ مَنْ كَانَ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰے اَوْ الٰى اَحَدٍ من خَلْقِهٖ.

''جس کو اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق میں سے کسی کی طرف حاجت ہو''

صاحب حصن حصین نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهٗ ضَرُوْرَةٌ فَلْيَتَوَضَّأْ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَ ثُمَّ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْا اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ.

جس کو کوئی ضرورت اور مجبوری ہو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد دعا کرے اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ آخر تک

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ضَرُوْرَةٌ لَيْ حَاجَةٌ مُلْجِئَةٌ اِلَى اللّٰهِ اوالٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ

ضرورت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ یا مخلوق کی طرف ناگزیر حاجت

حصن حصین ص ۲۴ میں ہے:

قُلْتُ وَاِنْ لَّمْ يُجِبِ الدُّعَاءُ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم فَفِي اَيِّ مَوْضَعٍ يُسْتَجَابُ.

میں کہتا ہوں اگر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کس جگہ قبول ہوگی؟

اس کی تحت عدہ حصن حصین میں ہے:

عِنْدَ قُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَام وَ جُرِّبَتْ استجابة الدّعاء وَعِنْدَ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ بِشُرُوْطٍ مَعْرُوْفَةٍ. ص ۵۸

مزارات انبیاء کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور قبور صالحین کے پاس بھی شروط معروفہ کے ساتھ دعا کا قبول ہونا مجرب ہے۔

علامہ ابن عبد البر استیعاب جلد دوم ص ۴۲۸ میں لکھتے ہیں:

''خلافت فاروقی میں ایک سال مدینہ منورہ میں قحط پڑا، ایک شخص روضہ رسول پر حاضر

ہو کر فریاد کرنے لگا، یارسول اللہ! اپنی امت کے احوال ملاحظہ فرمائیے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس شخص کو بارش کی خوشخبری عطا فرمائی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ جلد ۶ ص ۱۴۴ میں بحوالہ ابن ابی خیثمہ اس قصہ کی تخریج کرتے ہیں، شیخ یوسف بن اسماعیل دعوۃ الحق کے صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں۔ اس واقعہ کو امام بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا۔

خلاصہ کلام:

تینوں مشہود لہا بالخیر زمانوں میں صحابہ و تابعین سے توسل و استمداد کا ثبوت بہت کثرت سے ملتا ہے اور توسل حضور کی ذات اقدس سے خاص نہ تھا بلکہ آل و اصحاب اور صالحین امت سے بھی توسل استفاضہ اور استغاثہ کا عام معمول تھا۔ علامہ ابن عبد البر جو کہ چوتھی صدی کے عظیم محدث ہیں حضرت ابوایوب انصاری کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

وَ قَبْرُ اِلٰی اَیُّوبِ قُرْبَ سُوْرِھَا مَعْلُوْمٌ اِلَی الْیَوْمِ مُعَظَّمٌ وَ یَسْتَسْقُوْنَ بِهٖ فَیُسْقَوْنَ.

(استیعاب جلد اول ص ۱۵۶)

حضرت ابوایوب کی قبر دیوار قلعہ کے پاس ہے اور آج تک مشہور و معلوم اور معظم ہے لوگ اس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن الاثیر اسد الغابہ میں تحریر کرتے ہیں:

وَقَبْرُهٗ بِهَا یَسْتَسْقُوْنَ بِهٖ.

حضرت ابوایوب کی قبر قسطنطینہ میں ہے لوگ اس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں۔

مؤلف رسالہ عرض پرواز ہے کہ:

یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ قسطنطنیہ چوتھی صدی میں عیسائیوں کے زیر تسلط تھا اور وہ کفر اور عداوت اسلام کے باوجود حضرت ابوایوب کی قبر کی تعظیم کرتے اور اس کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی حاجت روائی فرما دیتا تھا۔ جیسا کہ استیعاب میں مرقوم ہے۔

افسوس ہے ان مدعیان اسلام پر، جنہوں نے اکابر صحابہ کرام، اہل بیت عظام امہات المومنین اور صالحین امت کے مزارات کو ویران و پامال کر دیا اور اس سلسلہ میں اسلامی اقدار اور اصولوں کی ہرگز پاسداری نہ کی۔

امام شافعی سے مروی ہے کہ:

قَبْرُ موسیٰ الْکَاظم تِرِیَاقٌ مُجَرَّبٌ لِاِ جابۃ الدَّعاء۔ موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(اشعۃ اللمعات وغیرہ)

امام شافعی کا یہ ارشاد منکرین کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ امام موصوف نے اس قدر جلالت علمی کے باوجود ایسا کیوں فرمایا؟ حالانکہ وہ بے خبر نہیں جانتے کہ امام شافعی ہمیشہ مزارات صلحاء بالخصوص سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کی قبر مبارک سے توسل کرتے تھے، جیسا کہ امام عزالدین بن جماعہ نے اپنی کتاب انس المحاضرہ اور امام موفق بن احمد مکی نے مناقب امام ابوحنیفہ ص ۱۹۹ میں ذکر فرمایا:

کتاب انس المحاضرہ میں ہے:

عَنْ علی بن میمون قَال سَمِعْتُ الشافعی یَقُولُ اِنِّیْ اَتَبَرَّکُ بِاَبِی حَنِیْفَۃَ واَجِیٌّ اِلٰی قَبْرِہٖ یَعْنِی زَائِرًا فَاِذا عَرَضَتْ لِی حاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَ جِئْتُ اِلٰی قَبْرِہٖ وَ رَسَاَلْتُ اللّٰہ تَعَالٰی الْحَاجَۃَ عِنْدَہٗ فَمَا تَبْعُدُ عَنِّی حتّٰی تُقْضٰی۔

علی بن میمون سے مروی ہے میں نے امام شافعی سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں، جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل پڑھ کر آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں پھر زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ حاجت روا ہو جاتی ہے۔

(بحوالہ صلح الاخوان سید داؤد خالدی ص ۸۳)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ خیرات الحسان ص ۶۹ میں فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّہٗ لَمْ یَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَذَوُالْحَاجَاتِ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَہٗ اِلٰی قَبْرَ اَبِی حَنِیْفَۃَ وَیَتَوَسَّلُوْنَ بِہٖ فِی قَضَاءِ حَوَائِجِھِمْ وَیَرَوْنَ نَجْحَ ذٰلِکَ مِنْھُمُ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ لَمَّا کَانَ بِبَغْدَادَ فَاِنَّہٗ جَاءَ عِنْدَ قَبْرِہٖ، اَنَّہٗ قَالَ اِنِّی لَاَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ (الی آخرہ)

واضح رہے کہ علماء اور اہل حاجات ہمیشہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کرتے اور اپنی حاجت برآری میں ان کا وسیلہ پکڑتے رہے اور کامیابی کا عقیدہ رکھتے ہے، ان علماء میں امام شافعی بھی شامل ہیں، جب وہ بغداد تشریف لائے تو مزار امام ابوحنیفہ پر آئے، آپ کا ارشاد ہے کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں (آخر تک)

علامہ ابن الجوزی کتاب صفوۃ الصفوۃ میں امام ابراہیم حربی، جو کہ امام احمد بن حنبل کے ارشد تلامذہ سے تھے سے روایت کرتے ہیں کہ:

قبر معروف الکرخی التریاق الْمُجَرَّب (بحوالہ وسلیہ جلیلہ ص ۱۳۰)

حضرت معروف کرخی کی قبر تریاق مجرب ہے۔

بغداد کے تمام اکابر علماء و مشائخ کے نزدیک حضرت معروف کرخی کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ حضرت امام ابو القاسم قشیری جو تیری چوتھی صدی ہجری کے اکابر محدثین اور صوفیاء میں سے ہیں۔ رسالہ قشیریہ طبع مصر ص ۱۱ میں حضرت معروف کرخی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

کَانَ مِنْ مَشَائِخِ الْکِبَارِ مُجَابِ الدَّعْوَاتِ یُسْتَشْفٰی بِقَبْرِہٖ یَقُوْلُوْنَ الْبَغْدَادِیُّوْن قَبْرُ مَعْرُوْفٍ تِرْیَاقٌ مُجَرَّبٌ۔

حضرت معروف مشائخ کبار سے تھے ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کی قبر سے شفا حاصل کی جاتی تھی، اہل بغداد کہتے ہیں کہ معروف کرخی کی قبر تریاق مجرب ہے۔

علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان جلد دوم کے صفحہ ۴۲۶ پر اسی طرح لکھا ہے امام ابو بکر بن خزیمہ جن کی تعریف میں امام تاج الدین سبکی طبقات ۲/۱۳۰ میں لکھتے ہیں امـــــام الائمۃِ المُجْتَہِدُ المطلق البحر العجاج، اور شیخ الاسلام امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب امام خراسان حضرت علی بن موسیٰ الکاظم کے مزار کی زیارت کرتے تو از حد خضوع، تواضع اور تضرع بجالاتے تھے''

حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص ۳۸۸ میں لکھتے ہیں۔

''امام حاکم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر محمد بن موئل کو فرماتے سنا ہم امام اہل حدیث ابو بکر بن خزیمہ اور ان کے ہم پایہ عالم ابو علی ثقفی کے ہمراہ نکلے مشائخ کی ایک بڑی جماعت بھی ہمارے ہمراہ تھی ہم طوس میں امام رضا کے مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔''

قَالَ فَرَأَيْتُ مِنْ تَعْظِيمِهٖ يَعنى ابن خزيمه تِلْكَ الْبُقْعَةِ و تواضِعِهٖ لَهَا و تَضَرعِهٖ عِنْدَهَا مَا تَحيّرنَا۔

پس میں نے اس روضہ کے لئے امام ابو بکر بن خزیمہ کی ایسی تعظیم تواضع اور تضرع دیکھی جس سے ہم حیران رہ گئے۔

مشہور محدث ابو حاتم ابن حبان صاحب صحیح، کتاب الثقات میں حضرت امام علی الرضا بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں فرماتے ہیں:

مَا حَلَّتْ بِیْ شِدَّۃٌ فِی وَقْتِ مَقَامِیَ بِطُوس وزُرْتُ قَبْرَ علی بن موسٰی الرِّضَا صَلَوَاتُ اللّٰہ عِلٰی جَدِّہٖ و عَلَیْہِ وَ دَعَوتُ اللّٰہَ تَعَالٰی اِزَالَتَہَا عَنِّیْ اِلَّا اسْتُجِیبَ لِیْ وَ زَالَتْ عَنِّی تِلْکَ الشِّدَّۃُ۔

اقامت طوس کے دوران جب بھی مجھے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تو میں نے امام علی الرضا کے مزار کی زیارت کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ مصیبت اور سختی دور فرما دی۔

(منقول از نسخہ قدیمہ قلمیہ)

خیر القرون سے آج تک کتب اسلامیہ میں اس طرح کی روایات تواتر کے ساتھ آئی ہیں، کہ علماء وصلحاء اور بزرگان دین نے ہمیشہ مزارات اولیاء وصلحاء اور اہل بیت نبوت سے استمداد کی اور تعظیم کا اظہار کیا اگر ساری روایات کا احاطہ کیا جائے تو علیحدہ کتاب بن جائے گی، صاحب انصاف کے لئے اتنے حوالے ہی کافی ہیں جبکہ بے انصاف کے لئے درایت و روایت کے عظیم وکثیر دفاتر بھی (کم ہیں بلکہ) گمراہی میں اضافہ کا سبب بنیں گے اس لیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

رجوع الی المطلوب:

منکرین سماع موتی انکار سماع کی بنیادیں حسب ذیل دلائل پر اٹھاتے ہیں۔

دلیل اوّل:

قرآن حکیم میں ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ آپ مردوں کونہیں سنا سکتے۔

دوسری آیت ہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ آپ قبر والوں کونہیں سنا سکتے۔

دلیل دوئم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب قول ہے کہ آپ نے قلیب بدر کے مردوں کے سننے سے انکار کیا۔

دلیل سوئم:

فقہائے احناف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی دوسرے آدمی سے قسم کھا کر کہے کہ تجھ سے کلام نہیں کروں گا۔ پھر مرنے کے بعد اس سے کلام کرے تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ مردہ نہیں سنتا۔

جواب: راقم الحروف ان دلائل کے جواب میں کہتا ہے، نہ قرآنی آیات غلط ہیں۔ نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد خلاف حق ہے اور نہ قول فقہاء خلاف واقعہ ہے، لیکن

خدارا قائلین سماع موتی کا نکتہ نگاہ بھی سن لیجئے، وہ کہتے ہیں ان آیات مبارکہ سے ہرگز سماع کی نفی مستنبط نہیں ہوتی کیونکہ قرآن حکیم میں یہ نہیں آیا۔(اِنَّ الْاَمْوَاتَ لَا یَسْمَعُوْنَ) مردے نہیں سنتے، کہ اس کو محل استدلال میں پیش کیا جا سکے، یہاں موتی سے مراد مردے نہیں بلکہ بطریق استعارہ کفار ہیں اور کفار سے تشبیہ کی وجہ عدم اجابت کے یعنی کفار کا دعوت حق نہ ماننا ہے، اس سے مطلقاً سماع کی نفی مراد نہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ کفار بہرے اور کانوں سے معذور نہ تھے، نہ ان کے سننے کی قوت زائل تھی، اللہ کی قسم وہ پیغام حق سنتے تھے مگر قبول نہیں کرتے تھے، دیکھو کیا کسی صاحب علم نے آیت کریمہ

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یومنون (بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں اس لیے مانتے نہیں) سے کبھی استنباط کیا ہے کہ کفار جسمانی طور پر گونگے بہرے اور اندھے تھے۔

راقم السطور کہتا ہے کہ لغت عرب میں لفظ سمع (سننا) قبول کرنے کے مفہوم میں بہت استعمال ہوتا ہے، دیکھیے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ میں سمع کا معنی صرف سننا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کی سنتا ہے خواہ وہ حمد کہے یا نہ کہے، بلکہ اس کا معنی یعنی قبول کرنا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حمد کرنے والے کی حمد قبول کرتا ہے، اسی طرح ہر زبان میں سننا بمعنیٰ قبول کرنا شائع ذائع ہے، جس طرح کوئی نصیحت قبول نہ کرنے والے سے کہتا ہے، میں نے تجھ سے بہت کہا مگر تو نے ایک نہیں سنی، ایک شاعر کہتا:

دوش آں نامہرباں احوال ما پیر سید و رفت   صد سخن گفتیم واز ما یک سخن نشنید و رفت

کل اس ظالم نے ہماری احوال پرسی کی پھر چل دیا۔ ہم نے سو باتیں کیں مگر اس نے ایک نہ سنی اور چل دیا، اس کا معنی، یہ نہیں کہ محبوب بہرہ ہے۔ اس استدلال کے دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ لاتسمع اور ما انت بمسمع دونوں باب افعال سے ہیں، جن کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو سنا نہیں سکتے اس سے یہ مراد نہیں کہ مردے خود بھی نہیں سنتے بلکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو سنوانا نہیں

چاہتا، مندرجہ ذیل آیت کریمہ اسی حقیقت کوظاہر کرتی ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ۔ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

دوسرے استدلال کا جواب!

علمائے کرام قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب اس طرح دیتے ہیں، کہ قرآنی نص یا دیگر اصحاب کرام کے مقابلہ میں ایک صحابی کا قول حجت نہیں ہوسکتا، حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ کرام جو کہ بدر کے موقع پر موجود تھے اوران کی موجودگی ہی میں قلیب بدر کے کافر مقتولوں سے خطاب کیا گیا، اوران صحابہ کرام نے حضور کے اس ارشاد کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے'' کوتسلیم کیا، اس طرح قول عائشہ سے اکابر صحابہ کرام کا قول وفعل کس طرح لغو قرار پاسکتا ہے۔

دوسرا جواب: دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کے وصال کے بعد ان سے خطاب کیا جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قول سابق سے رجوع فرمالیا تھا۔

علاوہ ازیں احادیث صحاح میں سماع موتی یعنی مردوں کا سننا ثابت ہے جیسا کہ قصہ بدر میں حضور نے فرمایا تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے''مردہ زائرین کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے۔''

ایک اور روایت ہے، مردہ زیارت کرنے والے کا سلام سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔'' منکرین کے پیشوا ابن تیمیہ ابن قیم ابن عبد الہادی اور قاضی شوکانی وغیرہم ان احادیث کوصحیح قرار دے چکے ہیں، اور سماع موتی کے قائل ہیں، بطور ثبوت صارم منکی اور ابن قیم کی کتاب الروح ملاحظہ فرمائیے۔

منکرین کی حالت عجیب ہے۔ ایک طرف تو اپنے ان بزرگوں کو شیخ الاسلام وغیرہ القاب دیتے ہیں اور ان کے اقوال کونص قطعی کے برابر سمجھتے ہیں، دوسری طرف اپنے

مشرب کے خلاف ان کے بعض سچے عقائد کو دانۂ جو کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتے اور کتب احناف کی بعض روایات سے استدلال کرتے ہیں، ایسے مواقع پر وہ اترکُوا قَوْلِی بخبر الرسُول حدیث رسول کے مقابلہ میں قول امام کو چھوڑ دو کیوں قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔

دراصل یہ لوگ احادیث صحاح کی لایعنی تاویلیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے افعال حضور کے اختصاصات تھے، ہم کہتے ہیں کہ اختصاص کا دعویٰ اس صورت میں معقول ہے کہ حضور نے امت کو اس خطاب کا حکم نہ دیا ہو، چونکہ السلام علیکم اھل الدار پوری امت کے لئے عام ہے اس لئے خصوصیت کا دعویٰ قابل سماعت نہیں،

اس موقع پر حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواری کی ایک تقریر کا ذکر لطف سے خالی نہیں، آپ فرماتے ہیں۔

''تموج ہوائی سے جو آواز کان کے سوراخ کے ذریعے دماغ تک پہنچتی ہے اور اس سے قوت سامعہ میں حس پیدا ہوتی ہے، اس کو سماع کہا جاتا ہے یہ سماع حقیقتاً مردوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ موت کے سبب عادی حیات فنا ہو جاتی ہے بے شک مردے عادی حیات کے کانوں سے نہیں سنتے اس لئے انّك لا تسمع الموتٰی اپنی جگہ پر بلا تاویل صحیح ہے اسی طرح حضرت عائشہ کا انکار سماع بھی درست ہے اور احکام فقہ اسی پر منطبق ہیں، لیکن ادراک و شعور اور چیز ہے جو روح کا کام ہے چونکہ روح کو فنا نہیں اس لئے اس کا ادراک و شعور بھی باقی رہتا ہے بلکہ حالت حیات ظاہری سے تیز تر ہو جاتا ہے اور مرنے والوں کی روحوں کو ادراک و شعور حاصل رہتا ہے مگر اس ادراک و شعور اور سننے کا تعلق عادی حیات سے نہیں ہوتا۔ احادیث نبویہ میں جہاں کہیں مردوں کے لئے سننا آیا اس سے یہی ادراک و شعور مراد ہے۔ (انتہی)

فقہائے کرام کا سماع موتی سے انکار بھی عرف عام پر مبنی ہے اور قسموں میں اعتبار اسی عرف کا ہے اس نفی سماع سے ادراک و شعور کی نفی لازم نہیں آتی۔

اس فرق کو خوب سمجھ لیجئے اور انصاف سے کام لیجئے۔

تتمہ مسئلہ استمداد

شیخ الاسلام علامہ سید احمد بن محمد حموی حنفی ''نفحات القرب'' میں فرماتے ہیں:

مَنْ نَسَبَ اِلَی الْاِمَامِ اَبِیْ حَنْفَیةَ الْقَوْلَ بِانْقِطَاعِ الْکَرَامَاتِ وَاھِمٌ وَعَنْ طَرِیْقِ اَھْلِ الْھُدٰی ضَالٌ اِذْ لَمْ یَثْبُتْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ کُتُبِ مَذْھَبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اُصُوْلًا وَ فُرُوْعًا الْقَوْلُ بِانْقِطَاعِ الْکَرَامَاتِ بِالْمَوْتِ بَلْ لَمْ یَثْبُتْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ کُتُبِ الْمَذَاھِبِ الثَّلٰثَةِ۔ (ص۲۶)

جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرامات ختم ہونے کا قول منسوب کرے، وہ وہمی ہے اور اہل ہدایت کے راستے سے بھٹک گیا ہے کیونکہ مذہب ابوحنیفہ کی اصول وفروع کی کتابوں سے موت کے ساتھ کرامات کے انقطاع کا قول ثابت نہیں بلکہ مذاہب ثلاثہ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں۔

شفاء السقام پھر اسی کتاب نفحات القرب ص ۲۱۸ پر ہے:

ثُمَّ اِنَّ تَصَرُّفَ الْاَوْلِیَاءِ فِیْ حَیَاتِھِمْ وَ مَمَاتِھِمْ اِنَّمَا ھُوَ بِاِذْنِ اللّٰہِ تعالٰی وَاِرَادَتِہٖ لَا شریك لَهٗ فِیْ ذٰلِكَ خَلْقًا وَّلَا اِیْجَادًا وَلَا یَقْصُدُ النَّاسُ بِسُوَالِھِمْ قَبْلَ الْمَوْتِ وَ بَعْدَہٗ نِسْبَتَھُمْ اِلَی الْخَلْقِ وَالْاِیْجَادِ وَالْاِسْتِقْلَالِ بِالْاَفْعَالِ فَاِنَّ ھٰذَا لَا یَقْصُدُہٗ مُسْلِمٌ وَلَا یَخْطُرُ بِبَالِ اَحَدٍ مِنَ الْعَوَامِ

اولیائے کرام کا ان کی حیات وممات میں تصرف کرنا اللہ تعالیٰ کے اذن وارادہ سے ہے جس کے خلق وایجاد میں کوئی اس کا شریک نہیں اور زندگی یا موت کے بعد اولیاء سے سوال کرنے کا مقصد انہیں خلق وایجاد میں اور افعال میں استقلال کی طرف منسوب کرنا نہیں کیونکہ کوئی مسلمان ہرگز اس کا قصد نہیں کرتا، نہ عوام میں سے کسی کے دل میں ایسی بات آتی ہی چہ جائیکہ علماء اس کے

فَضْلًا عَنْ غَيْرِهِمْ فَصَرْفُ الْكَلَامِ اِلَيْهِ وَمِنْهُ مِنْ بَابِ التَّلْبِيسِ فِي الدِّيْنِ۔ مرتکب ہوں اس لئے ایسے کلام کو ان معانی کی طرف پھیرنا اور عوام کو اس سے منع کرنا دین میں تلبیس ہے۔

منکرین استمداد مجازی اور استعاراتی معنی کو قبول نہیں کرتے اس لئے اگر کوئی کسی فعل کی نسبت کسی صالح کی طرف کرتا ہے خواہ بطریق مجاز ہو تو فوراً اس پر شرک وکفر کا حکم لگا دیتے ہیں اور قرآنی آیات جو کافروں اور بتوں کے بارے میں آئیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں، حالانکہ کفار اپنے معبودوں کو بالاستقلال متصرف جانتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت کے ذریعے قرب الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں مگر کوئی مسلمان اگرچہ عامی ہو، کسی بزرگ کو مستحق عبادت نہیں سمجھتا، نہ اس کو متصرف بالاستقلال جانتا ہے بلکہ ارواح صلحاء کو حالت حیات وممات میں بارگاہ الٰہی کی طرف وسیلہ قرار دیتا ہے۔

حقیقت ومجاز میں فرق:

اب قرآن حکیم سے حقیقت ومجاز کے درمیان فرق کی وضاحت سنیئے بعض اوقات ایک فعل کو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں پھر اسی فعل کو مجازاً بندوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مثلاً ہر ایک کے علم میں ہے کہ حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدمہ ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

یہاں نفی کے بعد اثبات اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخصیص حکم کو ظاہر کرتا ہے جبکہ دوسری آیت کریمہ میں ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ اے محبوب تیرے پروردگار کی قسم وہ ایماندار نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں تجھے اپنا حاکم نہیں مان لیتے۔

دوسری مثال: ہر آدمی جانتا ہے کہ جلانا، مارنا حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

هُوَ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا۔ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی موت کے وقت جانیں نکالتا ہے۔

پھر مجازاً اسی فعل کو ملک الموت کے ساتھ منسوب کیا، فرمایا:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ۔ کہہ دو کہ ملک الموت تمہیں موت دیتا ہے جو تم پر اس کام کے لئے مقرر ہے۔

تیسری مثال: بیماروں کو شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہوں۔

مگر مجازاً اس فعل کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمائی۔

اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفاء دیتا ہوں اور مردوں کو اللہ کے اذن کے ساتھ زندہ کرتا ہوں۔

چوتھی مثال:

اولاد کی عنایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے مگر مجازاً اس کی نسبت حضرت جبریل امین کی طرف فرمائی، وہ حضرت مریم کی پاس تشریف لائے تو فرمایا۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ میں آیا ہوں تاکہ تجھے ایک ستھرا بیٹا عطا کروں۔

پانچویں مثال:

حقیقی مولیٰ اللہ پاک ہے، ایک جگہ فرمایا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مولیٰ ہے۔

مگر مجازاً ولایت وحمایت کی نسبت بندوں کی طرف فرمائی۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ — بے شک اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے ولی ہیں۔

نیز فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے ولی ہیں۔

چھٹی مثال: حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہے، مجازی طور پر بندوں کو ایک دوسرے کی مددگاری کا حکم دیا فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى — نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار بنو

نیک عمل سے استعانت کی نص بھی قرآن مجید میں ہے، فرمایا۔

اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ — صبر اور نماز سے استعانت کرو۔

ساتویں مثال:

منکرین لفظ عبد کی غیر کی طرف نسبت سن کر بے محابا شرک کا فتویٰ جاری کردیتے ہیں، اور عبدالنبی اور عبدالرسول جیسے ناموں سے ان کی جبینوں پر شکنیں پڑ جاتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ۔

اس آیت کریمہ میں بصراحت غیر کی طرف نسبت عبدیت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

آٹھویں مثال:

سارے جہاں کا رب اللہ تعالیٰ ہے مگر ذیل کی آیت اور حدیث میں رب کی نسبت غیر کی طرف مجازاً کی گئی۔

وَاذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف) — اپنے رب (یعنی بادشاہ) کے سامنے میرا ذکر کرنا

اَوْتَلِدُ الاَمَۃُ رَبَّتَھَا (الحدیث) (قیامت کی ایک نشانی ہے) کہ لونڈی اپنی ربہ (مالکہ) کو جنم دے گی۔

نوویں مثال:

مستغاث حقیقی اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً دوسروں سے استغاثہ کرنے کا ذکر قرآن میں ہے۔فرمایا:

فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ — پس موسیٰ سے ان کی قوم کے آدمی نے اپنے دشمن کے خلاف استغاثہ کیا۔

حدیث شفاعت میں ہے:

فَاسْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ — انہوں نے آدم علیہ السلام سے استغاثہ کیا۔

حصن حصین میں حدیث حسن ہے:

وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ — اگر مدد کا طلبگار ہو تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اس حدیث میں لفظ یا کے ساتھ بالصراحت غائبانہ ندا اور استمداد ہے۔امام بخاری ادب المفرد میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا تو ایک شخص نے ان سے کہا اپنے سب سے پیارے شخص کا ذکر کرو تو انہوں نے پکار کر کہا یا محمد دوسری روایت میں ہے وصاح یا محمداہ بلند آواز سے پکار کر کہا یا محمداہ اگر غائبانہ ندا ناجائز ہوتی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی اس طرح ندا نہ کرتے ، علاوہ ازیں تمام مسلمان زمانہ رسالت سے آج تک پنجگانہ نمازوں میں السلام علیک ایھا النبی کے صیغہ خطاب کے ساتھ سلام پڑھتے رہے ہیں ، اور ندائے غیب تمام اہل اسلام کا معمول ہے خود منکرین بھی التحیات میں انہی الفاظ کو دہراتے ہیں ، دوسری طرف اگر کسی کی زبان پر یارسول اللہ کے کلمات آئیں تو کفر و شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بہت بڑا بول ان کے مونہوں سے نکلتا ہے
اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا اور وہ صاف جھوٹ بولتے ہیں۔

وہابیت کے پیرو تمام امت مرحومہ کو بالعموم اور اہل حرمین (نجدی حکومت سے پہلے کے مسلمانوں) کو بالخصوص مشرک جانتے ہیں اور اس بناء پر مسلمانوں کا خون اور مال مباح قرار دیتے ہیں، وہ حرمین شریفین کے مسلمانوں کو شیاطین کے پجاری کہتے ہیں۔ حالانکہ صحیح حدیث ہے کہ حضور نے اہل حرمین کے متعلق فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ. شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۃ العرب میں اس کی پرستش کی جائے گی۔

ایک اور حدیث میں آپ نے اہل حجاز کو ایمان کی بشارت دی اور سنگدلی و جفا کاری اہل مشرق یعنی اہل نجد کا شیوہ قرار دیا۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

غِلْظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الشَّرْقِ وَالْاِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ سنگ دلی اور جفا کاری مشرق (نجد) میں ہے اور ایمان اہل حجاز کا سرمایہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی:

"اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا شروع ہو جائے۔"

بخدا یہ دعا بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے مگر نجد کے اوباش حضور انور کے مزار پرانوار کو صنم اکبر کا نام دیتے ہیں اور اس کو منہدم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ کس قدر بے ادبی، گستاخی اور حضور کی شدید توہین ہے۔

فائدہ:

منکرین کی عادت ہے کہ جب ان کی تردید میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے جواب سے عاجز رہتے ہیں تو مطالبہ کرتے ہیں کہ سماع موتی، استمداد، عرس مولود شریف اور بوسہ قبر وغیرہ مسائل میں اپنے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرو، حالانکہ یہ انتہائی عامیانہ بات ہے کیونکہ مقلدین خوب جانتے ہیں کہ

ہر جزئیہ میں امام کا قول طلب کرنا اصول مذہب کے خلاف ہے فقہی مسائل امتداد زمانہ کے باعث روز بروز نو پیدا ہیں، اس لیے ان کا حکم قواعد مذہب کی رو سے واضح کرنا علمائے وقت کا کام ہے، حنفی مذہب صرف حضرت امام اعظم امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ کے اقوال کا نام نہیں، جزئیات میں علمائے متاخرین کے مسائل تنقیدات بھی مذہب حنفی میں شامل ہیں، مولانا عبدالحی کتاب سعی مشکور کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھتے ہیں:

''فروع وجزئیات میں سے ہر ایک جزئیہ کی تصریح ائمہ سے ضرور نہیں، کیونکہ بحسب اختلاف حوادث امت، علوم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اس لئے جن امور میں ائمہ کی صراحت کے ساتھ مخالفت نہ ہو ان کے جواز کا حکم ہے۔[1]

مؤلف کتاب کہتا ہے کہ اجمال و تفصیل کا سلسلہ قطعی دلائل میں موجود ہے۔ دیکھئے قرآنی اجمال کی تفصیل احادیث میں ہے مثلاً قرآن حکیم کا حکم ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔

احادیث نے اس حکم کی تفصیل کی کہ صبح کے فرض دو رکعت ظہر کے چار رکعت ہیں، علی ھذا القیاس۔

آیۃ کریمہ میں ہے:

مَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ جو کچھ رسول تمہیں دین وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل نص قطعی کے مترادف ہے پھر بعض احادیث میں اجمال تھا تو اس کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال و افعال نے کی، پھر ذیل کی احادیث کی روشنی میں صحابہ کرام اور تابعین کا قول و فعل بھی نصِ قطعی کی طرح ہو گیا۔ حضور کا ارشاد ہے:

---

[1] لَایلزم تصریح کل مَن من الفروع والجزئیات عن الائمة فالعلوم تتزاید یومًا فَیَوْمًا بحسب اختلاف حوادث الامة فَمَا لَمْ یَظْهَر تصریحهم علٰی خَلافِهٖ یحکم بالجواز''

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِينَ من بَعْدِیَ۔

تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

ایک اورارشاد ہے:

وَاَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے۔ ہدایت پا جاؤ گے۔

ایک حدیث ہے:

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔

سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد کے لوگ پھر ان کے متصل لوگ،

صحابہ وتابعین کے بعد حوادث زمانہ کے اختلاف کی بناء پر ان کے اجمالی ارشادات کی توضیح وتفصیل مذاہب چہارگانہ کے آئمہ نے کی، اور اپنی کتابوں میں ان مذاہب کے اصول وفروع تحریر کیئے۔

پھر بحکم آیت یَعْلَمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ۔

اور باجماع امت استنباط وقیاس کا شمار دلائل قطعیہ میں ہوا، اس کے بعد آئمہ مذاہب کے مسائل میں اجمال کی تفصیل ہر مذہب کے علماء نے اپنے اصول مذہب کی روشنی میں کی اور بعض جزئیات جو پہلے ذکر نہ ہوسکیں انہیں اپنی معتبر کتابوں میں تحریر کیا، اور ان پر فتویٰ دیا یونہی بحکم حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء انبیائے نبی اسرائیل کی مانند ہیں) جس طرح انبیائے نبی اسرائیل اہل شریعت تھے۔ امت محمدیہ کے علماء بھی اہل استنباط اور اہل فتویٰ قرار پائے، مگر ان علمائے امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو پاکیزہ نفس ہیں اور انبیاء واصحاب کے وارث ہیں، نہ کہ وہ جو دین فروش اور رہزن ہیں، اس اعتبار سے علماء کے اقوال بھی حجت ہیں، کیونکہ یہ اقوال اہل مذاہب کے مقرر کردہ اصولوں کی فرع ہیں،

اس لئے ہر نئے مسئلے میں قول امام کا مطالبہ کرنا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ھَدَانا اللّٰہ و ایاھُمْ سواء الصواط

اصل سوم غائبانہ ندا اور سماع موتی

تیسرا نزاعی مسئلہ غائبانہ ندا اور سماع موتی ہے اہل تو ہب اور ان کے ہم مشرب لفظ یا کے ساتھ ندائے غائب کو شرک اکبر کہتے ہیں، بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ ہو کہ منادیٰ حاضر ہے خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ہی کیوں نہ ہو، ان کے امام قاضی شوکانی اپنی کتاب درالنضید میں لکھتے ہیں:

تَعْظِیْمُ الْقُبُوْرِ و خطاب الموتٰی بِالْحَوَائِجِ کُفْرٌ

قبروں کی تعظیم اور حاجات میں مردوں کو پکارنا کفر ہے۔

تطہیرالاعتقاد ص ۱۱ میں ہے:

وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِمَخْلُوقٍ مِن حِیٍّ اَوْمَیِّتٍ سواءٌ کَانَ مَلِکًا اوْنَبِیًّا اَوْ وَلِیًّا صَارَ مُشْرِکًا

جو کسی زندہ یا مردہ مخلوق، خواہ فرشتہ ہو یا نبی یا ولی، کے ساتھ تعظیم وندا کا ایسا فعل کرے گا، وہ مشرک ہو جائے گا۔

منقول از سیف الابرار:

بعض اہل تو ہب اس میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ندائے یا رسول اللہ عاشقانہ ہو یا منادیٰ کے سننے کا اعتقاد نہ ہو تو ایسی ندا جائز ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ منادی سن رہا ہے تو یہ کفر ہے۔

مؤلف رسالہ عفا اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ:

اس گروہ سے جو سلف صالحین کے فعل کو شرک اور فاعلین کو مشرک کہتے ہیں، سوال ہے کہ تمہارے نزدیک غائب سے کیا مراد ہے؟ آیا اس سے مراد نظر سے غائب ہونا ہے یا وجود سے غائب، یعنی معدوم، کہ حقیقت میں وجود ہی نہ رکھتا ہو، اگر شق اول مراد ہے تو تمہاری ندائے خداوندی بھی اس میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ ذات بھی تو غائب ہے اور بحکم

آیت کریمہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (اس جہاں میں مخلوق کی) آنکھیں اس کا ادراک واحاطہ نہیں کرسکتیں۔ بلکہ وہابیوں کے نزدیک تو بہشت میں بھی اس کا دیدار ممکن نہیں دیکھئے عقیدہ نمبر ۳۰ از ثناء اللہ امرتسری بحوالہ سیف الابرار۔

اگر شق دوم مراد ہے یعنی غائب سے مراد معدوم ہے تو ہم کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کی ارواح کب معدوم ہیں؟ ان ارواح کا وجود وتصرف اور شعور وادراک ہم فریقین کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں، تفصیل کے لئے اصل مذکور کی طرف رجوع کیجئے۔

ایک اعتراض:

اگر منکرین کہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ ارواح زندہ ہیں اور شعور وادراک بھی رکھتی ہیں مگر ان میں تصرف کی طاقت نہیں، تو ہم اس کے جواب میں ذیل کی آیت کریمہ پیش گے، والمدبرات امرا۔ قسم ہے ان ہستیوں کی جو تدبیر امر کرتی ہیں، مفسرین مثلاً امام بیضاوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

كَالْمَلَائِكَةِ وَ اَرْوَاحِ الصّٰلِحَا جیسے فرشتے ہیں اور صلحاء کی ارواح

پس ارواح کے لئے تدبیر امر قرآن حکیم سے ثابت ہے اور تدبیر عین تصرف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ارواح مجردات کی قبیل سے ہیں، عالم میں ان کا تصرف اللہ تعالیٰ کے امر اور اذن سے ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں باذن الٰہی فرشتوں کا تصرف مثلاً فنا کرنا، پیدا کرنا زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ جابجا مذکور ومسطور ہے بلکہ ان سے فروتر مخلوق جنوں اور شیطانوں کا دنیا میں تصرف ثابت ہے ذرا بنظر انصاف دیکھو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جنات کی مشقت امیر خدمات کس حد تک قوی اور پر اثر ہیں، آیت کریمہ کے الفاظ میں: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ۔

دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا وجود نظر سے غائب ہے مگر ان کی قوت

محسوسات سے زیادہ ہے مثلاً ہوا کا وجود نظر سے غائب ہے مگر اس کی لہروں سے پہاڑوں کی چوٹیاں اور فلک بوس عمارتیں پیوند زمین ہو جاتی ہیں۔ بڑے بڑے درخت گر جاتے ہیں، اور قوم عاد کی طرح سخت جان انسان تنکوں کی طرح اڑنے لگتے ہیں، نظر، سحر اور جفر وغیرہ کا اثر کیسا عجیب تصرف رکھتا ہے، اگرچہ اس اثر کی موجد قادر علیم کی قدرت ہے۔ اور ظاہری طور پر یہ افعال اسباب کی طرف منسوب ہوتے ہیں، منکرین ان تصرفات کو مانتے ہیں تو ارواح کا تصرف کیوں نہیں تسلیم کرتے، اگر وہ تصرمات اذن الٰہی سے ہیں تو یہ بھی اذن الٰہی سے ہیں، اس لئے ان کا انکار قرآن حکیم سے مقابلہ و مصادمہ ہے۔

اگر کہیں کہ ان چیزوں کے تصرفات و اثرات قرآن حکیم سے ثابت ہیں جبکہ ارواح کے تصرفات ثابت نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تم آیت فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا کو کیوں فراموش کر چکے ہو؟

ایک دلچسپ مناظرہ:

یہاں ایک غیر مقلد عالم اور مقلد عامی کے درمیان ہونے والے مناظرے کا ذکر لطف سے خالی نہیں، ایک شخص ملا ابراہیم بلوچی نے مولف کو بتایا کہ پنجاب کا ایک مولوی کوئٹہ بلوچستان آیا اس نے ایک مسجد میں وعظ و تقریر کا سلسلہ قائم کیا، مجلس میں سامعین کا انبوہ کثیر ہوتا تھا میں بھی شامل ہو گیا، مولوی صاحب نے ایک وعظ میں یہاں تک کہہ دیا کہ جو مر جائے نبی ہو یا ولی، مرنے کے بعد اس کا نفع وضرر کسی کو نہیں پہنچتا کیونکہ وہ مٹی ہو جاتا ہے اور مٹی سے نفع وضرر متصور نہیں، میں نے عرض کیا مولوی صاحب! حیات ظاہری میں انبیائے کرام معجزات سے مشرف تھے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں تھے۔ میں نے کہا اولیائے کرام کے لئے حالت حیات میں کرامات تھیں یا نہ تھیں؟ کہنے لگے تھیں میں نے پوچھا وہ معجزات و کرامات کہاں گئے؟ بولے، مسلوب ہو گئے، میں نے عرض کیا مولوی صاحب! لوگوں کے تین طبقے ہیں، انبیائے کرام اولیائے کرام اور عوام مومنین، آپ کے نزدیک موت معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کی سالب ہے، تو عوام مومنین کے پاس سوائے ایمان کے کیا ہے؟

آپ کے اصول کے مطابق تو ان کا ایمان بھی سلب ہو چکا، جب انبیائے کرام اور اولیائے عظام نعمت سے مسلوب ہوئے تو عوام اس نعمت سے کیوں محروم نہ ہوئے؟ اس پر مولوی صاحب کا ناطقہ بند ہو گیا اور اپنے گروہ کو اشارہ کیا اس کو مجلس سے نکال دو اس نے میری طبیعت خراب کر دی ہے انتہی۔

اس قصہ کو فقیر نے اپنے رسالہ تہلیلیہ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، ہو سکتا ہے بعض الفاظ میں فرق ہو لیکن مضمون و مفہوم ایک ہے، چونکہ ندائے غائب کے دلائل اور سلف صالح کی روایات زیادہ تر وہی ہیں جو اصل دوم میں گزر چکی ہیں اس لئے ان کی تکرار بلاوجہ موجب طوالت ہو گی حدیث ضریر، حدیث یا عباد اللہ اعینونی، حدیث زیارۃ القبور اور اثر عثمان بن حنیف اس باب سوم کی اساس ہیں جو پوری تفصیل کے ساتھ نقل ہو چکی ہیں۔

اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جو زیارۃ القبور خصوصاً حاضری قبر مطہر مکرم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم، زائرین سے آگاہی اور رد سلام میں وارد ہوئے امام خاتمۃ المحدثین احمد بن حجر مکی کی کتاب جوہر منظم فی زیارۃ قبر النبی المکرم اور شیخ اجل امام اکمل جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور سے منقول ہیں، اس سلسلہ میں جو احادیث اور اقوال سلف ذکر ہوں گے وہ برادران اہل اسلام اہل تقلید کی زیادتی ایمان کے لئے ہیں، غیر مقلدین ان احادیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دیں گے اور مشائخ و علمائے امت کے اقوال تو ان پر حجت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ مقلدین پر کفر و شرک کا حکم لگاتے ہیں دیکھئے کتاب تحقیق الکلام تصنیف غلام علی قصوری، ظفر مبین اور اعتصام بالسنۃ ص ۳۲، ان کے نزدیک مذاہب چہارگانہ کے پیرو اور سلاسل چہارگانہ کے منتسبین کافر و مشرک اور بدعتی ہیں، اخبار الحدیث لوامع الانوار اور معیار التقلید میں بدیع الزماں لکھتا ہے۔ تقلید شخصی شرک بدعت ہے اور گوبر سے بدتر ہے۔

فائدہ مہمہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حصر صحاح ستہ، مسند امام احمد اور موطا امام مالک

میں نہیں، کتب احادیث کے مصنفین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم ان احادیث کو اپنی کتابوں میں سند اور رواۃ سند کی مقررہ شروط کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اگر احادیث ان شروط پر پوری نہ اتریں تو ان کی روایت نہیں کرتے، جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح جو کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب ہے، کو کئی لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔ یہی حال ہے دیگر مصنفین کا، اس سے معلوم ہوا کہ ان مشہور و متداول کتابوں کی احادیث صحیح ہیں، اور ان میں شذوذ کے علاوہ کوئی حدیث ضعیف یا موضوع نہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان احادیث کے علاوہ دنیا میں صحیح احادیث کا وجود نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبلیغ پر فائز تھے، اور روزانہ ہزار ہا کلمات طیبات آپ سے صادر ہوتے تھے، پس جس راوی کو حدیث صحیح سند کے ساتھ ملی تو اس نے لے لی، یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اصحاب مذاہب چہارگانہ کا زمانہ مشہور مصنفین کتب حدیث سے پہلے کا ہے اس لئے جو حدیث مثلاً امام بخاری کو صحیح سند کے ساتھ نہ پہنچی انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر نہ کی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ضعیف ہو کیونکہ امام کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اور اس سلسلہ سند کے واسطے کم تھے، اس کے ساتھ ساتھ روایت کرنے والوں میں صلاح و تقویٰ کا غلبہ تھا، اور کذب و افتراء بہت نادر تھا۔ اس لئے ائمہ مذاہب نے اپنے مذاہب کی بنیاد ان احادیث پر رکھی، جو ان کے نزدیک صحیح تھیں، صحاح ستہ کے مصنفین کو اگر وہ حدیث ضعیف سند کے ساتھ پہنچی اور انہوں نے اپنی کتب میں اسے ذکر کرنے سے اجتناب کیا، تو ائمہ مذاہب کے مقام و مرتبہ میں اس سے کیا کمی اور قباحت آتی ہے؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس مضمون کو فتح المنان فی اثبات مذہب النعمان میں بہت شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا ہے، جس شخص کو ضرورت ہو اس کتاب کا مطالعہ کرے۔

انصاف یہ ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین تمام اقسام کی احادیث جمع کرنے والے ہیں جبکہ ائمہ مجتہدین ان احادیث کی چھان پھٹک کرنے والے ہیں، اصحاب صحاح کی مثال پنساریوں کی ہے، جو قسم قسم کے مفردات جمع کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین اطباء اور حکماء کی

مانند ہیں، جو ان مفرد دواؤں کے خواص پہچان کر ہر مریض کے مناسب حال دواء تجویز کرتے ہیں جو باعث شفا بنتی ہے۔

رجوع الی المطلب:

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جوہر منظم کی دسویں فصل میں فرماتے ہیں:

يَنْبَغِيْ لَهٗ اَيْضًا اَنْ يَسْتَحْضِرَ مَا قَدِمْنَاهُ فِي الْفَصْلِ الثَّانِيْ مِنْ حَيٰوتِهِ الْمُكْرَمَهِ فِيْ كَبْرِهِ المكرم وَاَنَّهٗ يَعْلَمُ بِزَائِرِيْهِ عَلٰى اخْتِلَافِ دَرَجَاتِهِمْ وَاَحْوَالِهِمْ وَقُلُوبِهِمْ وَاَعْمَالِهِمْ وَاَنَّهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم يُمِدُّ كُلًّا مِنْهُمْ لِمَا يُنَاسِبُ مَاهُوَ عَلَيْهِ وَاَنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِهٖ طوع يَدَيْهِ وَتَحْتَ اِرَادَتِهٖ يُعْطِي مِنْهَا مَنْ يَشَآءُ وَيَمْنَعُ مَنْ يَشَآءُ وَاَنَّهٗ لَا يُمْكِنُ اَحَدٌ اَنْ يَصِلَ اِلَى الْحَضرةِ الْعُلْيَةِ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِهٖ وَاَنْ مَنْ سَوَّلَتْ لَهٗ نَفْسُهُ اللَّعِنيةُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ كَانَ سَبَبًا لِحِرْمَانِهٖ وَ قَبِيح قَطِيعَته وخُسْرَانِهٖ وَمِن ثَمَّ رَاٰهُ صلى اللّٰه عليه وسلم بَعضُ

زائر کو چاہئے کہ اس بات کو پیش نظر رکھے کہ حضور روضہ اطہر میں زندہ ہیں اپنے زائرین کو ان کے درجات احوال قلوب اور اعمال کے تفاوت واختلاف کے ساتھ جانتے ہیں اور سب کو ان کی اہلیت و صلاحیت کے مطابق امداد دیتے ہیں، اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمت کے دسترخوان آپ کے دست مبارک میں دے کر زیر ارادہ واختیار کر دیئے ہیں، آپ اس میں سے جس کو چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں روک لیں، کسی کے لئے ممکن نہیں کہ آپ کے توسط کے بغیر بارگاہ ربوبیت تک رسائی پائے۔ اور جسے اس کا لعنتی نفس فریب دے وہ اس کے سبب حرماں نصیب بد بخت اور ابدی گھاٹے کا مالک بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی صالح نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، عرض

الصالِحِيْن فِي النَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ يَا رَسُولَ اللّٰــه مَـا تَقُولُ فِـي ابْنِ سِيْـنَـا قَــالَ صـلى اللّٰـه عـلـيـه وسـلـم ذٰلِكَ رَجُلٌ اَرَادَ اَنْ يَّصِـلَ اِلَـى الـلّٰـهِ مِـن غَيـرِ طَـرِيْـقِـي فَـقَـطَـعْـتُـهٗ وَيَشْهَـدُ لِـذٰلِكَ اَنَّ مُـحَـقِّـقِـيْـنَ عَـلٰـى كُـفْـرِهٖ وَدَوَامَ شِقَاوَتِهٖ اَنْتَهٰى۔

کیا یارسول اللہ! آپ ابن سینا کے متعلق کیا اشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا اس نے میرے وسیلہ کے بغیر بارگاہ ربوبیت تک پہنچنا چاہا تو میں نے اس کا راستہ قطع کر دیا، اس بات کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اہل تحقیق اس کے کفر اور دائمی شقاوت کے قائل ہیں۔

جوہر منظم ہی کی دوسری فصل میں ہے:

اِعْـلَـمْ اَنَّـهٗ مَرَّتْ اَحَادِيْثٌ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ وغَيْرُهَا مُتَضَمِّنَةٌ بِفَضَائِلِ عَظِيْمَةٍ تُحْصَلُ لِزَائِرِ فَلَا بَاسَ بِسَرْدِهَا هٰهُنَا لِتُسْتَحْضَرُ فَوَائِدُهَا وتُرجى عَوَائِدُهَا وَهِيَ قَولُهٗ صلى اللّٰه عـلـيـه وسـلـم مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِي اَنَّهَا ثَابِتَةٌ لَهٗ بِاَوْعْدِ الصَّادِقِ لَا بُدَّ مِنْهَا۔

بہت سی صحیح و غیر صحیح احادیث گزر چکی ہیں جو زائر کو حاصل ہونے والے عظیم فضائل کو متضمن ہیں اس لئے ان کے بیان کرنے میں حرج نہیں، تاکہ ان کے فوائد ذہن میں تازہ رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی مراد یہ ہے کہ یہ شفاعت سچے وعدے کے ساتھ اس کے لئے ثابت ہوگئی۔

اس ارشاد سے زائر کے لئے اور دوسروں کے لئے عموم شفاعت کا فائدہ حاصل ہوا، زائر اپنے عظیم عمل کی مناسبت سے حضور کی شفاعت کے ساتھ مزید فضیلتوں سے بھی بہرہ مند ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ نعمتوں کی زیادتی۔

۲۔ روز قیامت کی ہولناکیوں میں کمی۔

۳۔ زائر کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔
۴۔ جنت میں اس کے درجات بلند ہوں گے۔
۵۔ اسے مشاہدہ حق کی سعادت حاصل ہوگی۔
۶۔ ان کے علاوہ اور بھی نعمتیں حاصل ہوں گی جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا۔

یہ فضیلتیں اس صورت میں حاصل ہوں گی جب وہ شفاعت کا خصوصی مستحق ہوگا اور دوسرے ان سے محروم ہوں، یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ زائر شرف شفاعت میں دوسروں سے منفرد ہو، اور یہ انفرادیت زیارت کی وجہ سے مزید شرف وتقویت کے لیے ہو، یہ مراد بھی ہوسکتی ہے۔ کہ وہ زیارت کی برکت سے ان لوگوں میں ضرور داخل ہوگا، جو شفاعت کی دولت حاصل کریں گے، اس لحاظ سے زائر کے حالت اسلام پر مرنے کی بشارت ہے جو اپنے عموم پر رہے گی اور اسلام پر مرنے کی شرط سے مقید نہ ہوگی، اگر یہ مفہوم نہ ہوتو ذکر زیارت کا کوئی مفہوم نہیں رہتا، کیونکہ اسلام بذات خود اس شفاعت کے حصول کے لئے کافی ہے بخلاف ان دوصورتوں کے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شفاعت کی اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ یہ شفاعت عظیم وجلیل ہے۔ جو شفاعت کرنے والے کی عظمت شان سے عظیم ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضور سے زیادہ کوئی عظیم نہیں اس لیے آپ کی شفاعت سے بڑھ کر کسی کی شفاعت نہیں۔

حدیث شریف:

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِی فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِی حَیَاتِیْ

جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔

ایک اور ارشاد ہے:

مَنْ جَآءَنِی زَائِرًا لَاتَعْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِی کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

جو صرف میری زیارت کے لئے آئے اور دوسری کوئی غرض نہ ہوتو یہ میرے ذمہ کرم پر ہے کہ روز قیامت اس کے شفاعت کروں گا۔

اس حدیث کا مفہوم فصل اول میں گزر چکا اور عنقریب سولہویں فصل کے نویں فائدے میں بھی آرہا ہے جس کا اس کے ساتھ بہت تعلق ہے لہٰذا اس کی طرف مراجعت کر و یہ اہم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بہت بڑا ثواب اور عظیم کامیابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شفاعت کا فیضان ہے۔ جس کا حقدار وہی ہو سکتا ہے جو کامل اخلاص کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس کے پیش نظر کوئی اور غرض، جو اس کے منافی ہو، نہ ہو۔

حضور کا ایک اور ارشاد پاک ہے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

جس نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کے لئے آیا تو گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔

ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَ صُحْبَتِیْ۔

جس نے حج کیا پھر میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کیلئے آیا گویا اس نے میری زندگی اور صحبت میں میری زیارت کی۔

اس مضمون کی حسب ذیل احادیث ملاحظہ کیجئے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ كَانَ لَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْ شَهِیْدًا۔

جس نے حج کے بعد اس مسجد میں میری زیارت کی اس نے گویا مجھے میری زندگی میں دیکھ لیا، جس نے مدینہ منورہ میں آ کر میری زیارت کی روز قیامت میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ اَوْقَالَ مَنْ زَارَنِیْ كُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا او شَهِیْدًا اَوْ مَنْ مَاتَ فِیْ اِحْدَی الْحَرَمَیْنِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِی الْاٰمِنِیْنَ

جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری زیارت کے لئے آیا میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا یا جو مکہ شریف یا مدینہ شریف کے حرم میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت اہل

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ | امن میں اٹھائے گا۔

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا (ای بِاَنْ لَمْ يَقْصُدْ غَيْرَ زِيَارَتِي كَمَا مَرَّ فِیْ معنی خیر مَنْ جاء نی زَائِرًا لَا تعمله حاجةٌ اِلَّا زِيَارَتِی الحديث) كَانَ فِیْ جِوَارِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جس نے عزم و ارادہ کے ساتھ میری زیارت کی (اس طرح کہ بغیر غرض کے لئے آیا) تو روز قیامت میری پناہ میں ہوگا۔

مَنْ سَكَنَ الْمَدِيْنَةَ وَصَبَرَ عَلٰى بَلَائِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اوشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جس نے مدینہ شریف میں سکونت اختیار کی اور اس کی مصیبتوں پر صبر کیا، قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِی حَيَاتِیْ وَمَنْ مَاتَ بأحدى الْحَرَمَيْنِ بعث من الْاٰمِنِين يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی اور جو کسی حرم میں مرے گا۔ روز قیامت آمنین میں اٹھے گا۔

مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ فَزَارَ قَبْرِی و غَزَا غَزْوَةً و صَلّٰى فِی بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ يَسْأَ له اللّٰه تَعَالٰى فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيهِ۔

جس نے اسلامی حج کیا پھر میرے روضہ اطہر کی زیارت کی اور کسی غزوہ میں شمولیت کی اور بیت المقدس میں نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اس سے اس کے فرائض کے متعلق سوال نہ کرے گا۔

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَكَاَنَّمَا زَارَنِیْ وَاَنَا حَیٌّ وَمَنْ زَارَنِیْ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا و شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی میں روز قیامت اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

مَنْ مَاتَ اِحْدَی الْحَرمین بعث مِنَ الاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ مَنْ زَارَنِیْ مُحتسبًا اِلَی الْمَدِیْنَةِ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.

جو دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوگیا۔ قیامت کے روز امن کے ساتھ اٹھے گا جس نے قصداً میری زیارت کے لئے مدینہ شریف کا سفر کیا روز قیامت میری پناہ میں ہوگا۔

مَنْ زَارَنِیْ مَیِّتًا فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ حَیًّا وَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَا مِنْ اَحَدٍ من اُمَّتِیْ لَہٗ سَعَةٌ ثُمَّ لَمْ یَزُرْنِیْ فَلَیْس لَہٗ عُذْرٌ.

جس نے حالت وصال میں میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں مجھ سے ملاقات کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

مَنْ زَارَنِیْ فِیْ مَمَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَ مَنْ زَارَنِیْ حَتّٰی یَنْتَھِیَ اِلٰی قَبْرِیْ کُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شَہِیْدًا او قال شَفِیْعاً.

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں زیارت کی اور جس نے سفر زیارت کیا یہاں تک کہ قبر انور پر آیا تو روز قیامت میں اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

مَنْ حَجَّ الٰی مَکَّةَ ثُمَّ قَصَدنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کتبت لَہٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ.

جس نے مکہ شریف آ کر حج کیا پھر مسجد نبوی میں میرا قصد کیا تو اس کے لیے دو مقبول حجوں کا ثواب ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَ مَنْ لَمْ یزر قَبْرِیْ فقد جَفَانِیْ.

جس نے میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے زندگی میں مجھ سے ملاقات کی۔ اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر زیادتی کی۔

مَنْ اَتَى الْمَدِيْنَةَ زَائِرًا اِلَيَّ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ مَاتَ فِيْ اِحْدَى الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ اٰمِنًا۔

جو میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس کے لئے روز قیامت میری شفاعت واجب ہوگئی اور جو کسی حرم میں فوت ہوا وہ حالت امن میں اٹھایا جائے گا۔

جوہر منظم سے منقول حصہ ختم ہوا۔

مؤلف رسالہ عفا اللہ عنہ کہتا ہے:

حضرت شیخ ابن حجر رحمہ اللہ کا ایک جیسے الفاظ و معانی والی کئی روایات کا نقل کرنا شاید اس لئے ہے کہ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ کی تائید وتاکید ہے کیونکہ احادیث ایک دوسرے کو موکد کرتی ہیں۔

اب کچھ احادیث نبویہ اور اقوال سلف صالح حضرت شیخ امام جلال الدین سیوطی کی زبان سے بھی سماعت فرمایئے، حضرت شیخ سیوطی، اپنی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی و القبور میں لکھتے ہیں۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَ عِلْمِ الْمَوْتٰى بِزُوَّارِهِمْ رُؤْيَتُهُمْ لَهُمْ۔

قبروں کی زیارت، مردوں کا اپنے زائرین سے آگاہ ہونے اور انہیں دیکھنے کا باب۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ اَخِيْهِ وَ يَجْلِسُ عَلَيْهِ اِلَّا اسْتَاْنَسَ وَرَدَّ حَتّٰى يَقُوْمَ۔

جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی قبر پر جا کر بیٹھتا ہے تو وہ (مردہ) اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ یہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

۲۔ ابن ابی الدنیا نیز بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ عَرَفَهٗ

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو میت

واذا مَرَّ بِقَبرٍ لَا يَعْرِفُهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ردّ عليه السّلام۔

اسے جواب دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی۔ اور سلام کرتا ہے تو میت اسے جواب دیتا ہے۔

امام ابن عبد البر الاستذ کار و التمہید میں حضرت ابن عباس عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُرُّ بَقَبْرِ اَخِيْهِ الْمُومِنِ كان يَعْرِفُهٗ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرفهٗ ورد عليه السلام۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گیا جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام کیا تو وہ اسے قبر میں بھی پہچان لیتا ہے اور اس سلام کا جواب دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبد الحق اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔

۴۔ ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور صابونی مائتین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا من عَبْدٍ يَمُرُّ عَلٰى قَبْرِ رَجُلٍ يَعْرِفُهٗ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

جب کوئی آدمی کسی ایسے آدمی کی قبر پر گیا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر سلام دیا تو وہ سابقہ جان پہچان کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۵۔ عقیلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

قَال ابو رَزِين يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ طَرِيقِى على الموتٰى فَهَلِ من كَلَامٍ اَتَكَلَّمُ بِهٖ اِذَا مَرَرْتُ قَال قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ

حضرت ابو رزین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا راستہ قبروں پر ہے کیا کوئی کلام ایسا ہے کہ میں جب گزروں تو قبر والوں سے کہا کروں، فرمایا ہاں اس طرح اے اہل قبور

اَلْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ كنا سَلَفٌ وَ نَحْنُ لَكُمْ تَبِعٌ و انا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُم لَاحِقُون فقال ابو رَزِيْن يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَسْمَعُوْنَ قَالَ يَسْمَعُوْنَ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يُجِيْبُوا قَالَ يا اَبَا رَزِيْنَ اَلَا تَرضٰى اَنْ يَرُدَّ عَلَيْكَ بعددهم مِنَ الْمَلَائِكَة وَ مَعْنٰى لايَسْتَطِيْعُونَ اَنْ يُجِيْبُوا اَىّ جَوَابًا يَسْمَعُهُ الْجن والْاِنْسُ وَاِلَّا فَهُمْ يردّونَ حَيْثُ لَايُسْمَع۔	جن کا تعلق اہل اسلام سے ہے تم پر سلام، تم ہمارے آگے اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں، ابو رزین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا ہاں سنتے ہیں مگر وہ جواب نہیں دے سکتے، پھر فرمایا اے ابارزین کیا تم کو پسند نہیں کہ وہ تم کو فرشتوں کی تعداد کے برابر جواب دیں، امام سیوطی فرماتے ہیں۔ وہ جواب نہیں دے سکتے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جو جنوں اور انسانوں کو سنائی دے ورنہ وہ جواب دیتے ہیں جو سننے میں نہیں آتا۔

۶۔ امام احمد اور امام حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

كُنْتَ اَدْخلُ الْبَيْتَ فَاَضَعُ ثَوْبِيْ وَ اَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ اَبِى وَ زَوْجِى فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ مَا دَخَلْتُ الّا و اَنَا مَشْدُوْدَةٌ علے ثِيَابِى حياءً من عُمَرَ۔	میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تو اپنی چادر اتار دیتی اور کہتی اہل مزار ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں پھر جب عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو ان کی حیاء کی وجہ سے کپڑے اچھی طرح سنوار کر داخل ہوتی۔

۷۔ طبرانی اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد سے لوٹتے وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے مزارات پر ٹھہرے، صحابہ کرام بھی ساتھ تھے، آپ نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنَّكُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ فَزُوْرُوْهُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ. فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَايُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہو پھر فرمایا ان کی زیارت کرو اور انہیں سلام کہو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا، وہ اس کا جواب دیں۔

۸۔ اربعین طائیہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میت کو اس شخص سے زیادہ انس ہوتا ہے جو دنیا میں اس کا بہترین دوست ہوتا ہے۔

۹۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع سے روایت ہے وہ ہیں، مجھے حدیث پہنچی ہے کہ:

اَنَّ الْمَوْتٰى يَعْلَمُوْنَ بِزُوَّارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمًا قَبْلَهٗ وَيَوْمًا بَعْدَهٗ.

کہ مردے زائرین کو جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن بعد بخوبی پہچانتے ہیں۔

۱۰۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی ہی ضحاک سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:

مَنْ زَارَ قبراً يوم السَّبْتِ قبل طلوع الشَّمْسِ عَلِمَ الْمَيِّتُ بِزِيَارَتِهٖ قيل لَهٗ وَكيف ذٰلِكَ، قال لكان يوم الجمعة.

جس نے ہفتہ کے دن کسی قبر کی زیارت کی تو میت اس کی زیارت سے آگاہ ہوگا پوچھا گیا، کیسے؟ کہا جمعہ کی (قربت) وجہ سے

امام سبکی فرماتے ہیں:

قبر میں روح کا جسد کی طرف لوٹنا صحیح روایت سے ثابت ہے اور یہ سب مردوں کے لئے ہے پھر شہداء کا تو کیا کہنا۔ اصل بحث تو ان ارواح کی جسموں میں باقی رہنے کی ہے، نیز جسم ان ارواح کے ساتھ دنیاوی زندگی کی طرح ہو جاتے ہیں یا زندگی کی کوئی اور شکل اختیار کرتے ہیں؟ کیونکہ زندگی کے لئے روح کا ہونا ایک عادی امر ہے، عقلی نہیں، پھر اگر

اس بات پر کوئی دلیل قائم کی جائے کہ جسم کو دنیاوی زندگی کی مانند زندگی مل جاتی ہے جو عقلاً جائز ہے تو اس کو ماننا پڑے گا چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے اسے ذکر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اس پر دلیل ہے کیونکہ نماز کا پڑھنا ایک زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق شب معراج جن صفات کا ذکر ہوا وہ سب زندوں کی سی صفات ہیں، لیکن اس حقیقی جسمانی زندگی سے لازم نہیں آتا کہ ان کے لئے جسمانی ضروریات مثلاً کھانا پینا اور دیگر معاملات ثابت ہوں بلکہ ان کے احکام بدل جاتے ہیں، جہاں تک ان کے ادراک وسماع کا معاملہ ہے تو بلاشبہ یہ ان کے لئے اور سب مردوں کے لئے ثابت ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں، حیات شہداء کے معاملہ میں اختلاف ہے کیا یہ روح کے لئے ہے یا روح وجسد دونوں کے لیے، دونوں اقوال کی روشنی میں ان پر گلنا اور سڑنا نہیں آتا۔

امام بیہقی ''کتاب الاعتقاد'' میں فرماتے ہیں۔

وصال کے بعد انبیائے کرام کی ارواح ان کے جسموں کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں، تو وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔

ابن قیم ارواح کی باہمی ملاقات کے مسئلہ میں بیان کرتے ہیں کہ ارواح کی دو قسمیں ہیں، انعام یافتہ روحیں اور عذاب یافتہ روحیں جہاں تک عذاب پانے والی روحوں کا تعلق ہے، انہیں ملاقات وزیارت کی اجازت نہیں اس کے برعکس انعام واکرام پانے والی روحیں آزاد ہیں، وہ ایک دوسرے سے ملاقات وزیارت کرتی ہیں اور دنیا میں ہونے والے واقعات اور اہل دنیا کے معاملات پر بحث مباحثہ کرتی ہیں، اس طرح ہر روح اپنے جیسے رفیق کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اعظم رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

جو اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا مثلاً انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، انہی لوگوں کی رفاقت عمدہ رفاقت ہے۔

ان انعام یافتہ ہستیوں کی معیت اور رفاقت دنیا میں ثابت ہے اور دار برزخ میں بھی ثابت ہے اسی طرح دارالجزاء میں بھی، اور آدمی دنیا برزخ اور آخرت میں اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔ انتھی

ایک سوال:

اگر یہاں سوال کیا جائے کہ آیت کریمہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

ان لوگوں کو مردے گمان نہ کرو جو راہ خدا میں شہید ہوئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔

کے مصداق لوگ احیاء (زندہ) کس طرح ہوتے ہیں؟ اور مردے کس طرح؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں میں ان کو رزق عطا فرمائے اور ان کے جسموں کے کسی حصہ میں روح ڈال دے جس سے وہ نعمت ولذت کا احساس کریں جس طرح دنیا میں زندہ شخص کا جسم کسی حصے کی گرمی یا سردی کا اثر محسوس کرتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس زندگی سے یہ مراد ہے کہ ان کے اجسام قبروں میں گلتے سڑتے نہیں نہ ان کے جوڑ کھلتے ہیں۔ اور اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں۔

امام ابوحیان کی وضاحت:

امام ابوحیان اپنی تفسیر میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''حیات شہداء کے معاملہ میں علماء کا اختلاف ہے، ایک گروہ کہتا ہے، کہ شہداء کی ارواح باقی رہتی ہیں، جسم

سالم نہیں رہتے، جیسا کہ ہم ان کے گلنے سڑنے اور فنا ہونے کا مشاہدہ کرتے ہیں، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ شہداء کے جسم اور روحیں دونوں زندہ رہتے ہیں، یہ حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو ان کی حیات میں کیا خرابی لازم آسکتی ہے، ہم بظاہر ان کو مردہ حالت میں دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ حقیقتاً زندہ ہوتے ہیں، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''تم پہاڑوں کو ایک جگہ ٹھہرے دیکھو گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چلتے ہوں گے''

یا جس طرح ہم سوئے ہوئے شخص کو ایک ہی حالت پر دیکھتے ہیں جبکہ وہ راحت اور رنج کی کیفیت محسوس کر رہا ہوتا ہے۔''

میں کہتا ہوں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شہداء زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ فرمادی کہ اس آیت کے مخاطبین اہل ایمان، حیات شہداء کو مشاہدہ یا حواس سے نہیں سمجھ سکتے، اس سے ظاہر ہوا کہ شہداء کی زندگی عام زندگی سے نمایاں اور ممیّز ہے۔ اگر اس سے مراد صرف روحانی زندگی ہو تو دوسرے مردوں کی روحانی زندگی سے ان کا فرق واضح کرنا ممکن نہ ہو پھر وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کا مفہوم باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اہل ایمان تمام ارواح کی زندگی کے قائل ہیں، یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کو اس زندگی کی کیفیت سے آگاہ کر دیتا ہے اور انہیں اس کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔

ایک صحابی کا واقعہ:

امام سہیلی دلائل نبوت میں ایک صحابی کا واقعہ نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے ایک قبر کھودی تو دوسری قبر میں ایک روشن دان کھل گیا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے قرآن کریم ہے اور وہ تلاوت کر رہا ہے۔ اور اس کے سامنے ایک سرسبز باغ ہے، یہ واقعہ احد کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا تعلق شہدائے احد سے تھا۔ اور اس کے چہرے پر زخم کے نشان بھی موجود تھے، اس واقعہ کا ذکر امام ابوحیان نے بھی کیا۔

روضۃ الریاحین کی حکایت:

مذکورہ بالا واقعہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ امام یافعی نے روضۃ الریاحین میں نقل کیا، ایک بزرگ کا بیان ہے میں ایک شخص کی قبر پر حاضر تھا، اور قبر کی درستی کر رہا تھا، کہ اچانک قبر کی ایک اینٹ دوسری قبر میں جا پڑی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ قبر میں بیٹھے ہیں۔ ان کا لباس سفید ہے اور گود میں سنہری حروف والا قرآن ہے۔ جس سے وہ تلاوت کر رہے ہیں، پھر سر اٹھا کر دیکھا اور کہا کیا قیامت برپا ہوگئی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، فرمایا اینٹ اٹھا کر اپنی جگہ رکھ دو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے، پس میں نے اینٹ اٹھا کر اپنی جگہ رکھ دی۔

ایک اور حکایت:

امام یافعی ایک ثقہ بزرگ سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ ایک قبر پر گئے اور اس میں جھانک کر دیکھا۔ ایک شخص تخت پر بیٹھا، قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا تھا۔ نیچے نہر جاری تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ بزرگ بے ہوش ہو گئے پس لوگوں نے انہیں قبر سے نکالا لیکن پتہ نہ چلا انہیں کیا ہوا پھر تیسرے روز انہیں ہوش آیا۔

شیخ نجم الدین کی حکایت:

امام یافعی نقل کرتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کا بیان ہے میں ایک شخص کی تدفین کے وقت حاضر تھا ایک شخص اسے توحید و رسالت کی تلقین کرنے لگا، تو مردہ بآواز بلند کہنے لگا، تعجب ہے ایک مردہ زندے کو تلقین کر رہا ہے۔

ابن رجب سے مروی حکایت:

ابن رجب بطریق مراد بن جبیل کہتے ہیں کہ ابوالمغیرہ کا بیان ہے میں نے معافی بن عمران جیسا شخص نہیں دیکھا مجھے بعض بھائیوں نے بتایا کہ میں معافی بن عمران کے دفن کے بعد قبر پر آیا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین شروع کی تو معافی بھی قبر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے لگے۔

محبّ طبری کی حکایت:

امام یافعی شافعی ملک کے مشہور عالم اور شارح تنبیہ امام محبّ الدین طبری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مقبرہ ذینبیہ میں شیخ اسماعیل حضرمی کے ساتھ تھے، شیخ اسماعیل نے کہا۔ محب! آپ مردوں کا کلام تسلیم کرتے ہیں میں نے جواب دیا ہاں کہا یہ صاحب قبر مجھ سے کہتا ہے کہ میں جنتی ہوں۔

شیخ حضرمی کی دوسری حکایت:

امام یافعی لکھتے ہیں شیخ اسماعیل حضرمی یمن میں ایک قبرستان سے گزرے اور ایک قبر پر بہت روئے۔ اور رنج وغم کا اظہار کیا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا میرے سامنے اس مقبرہ کا حال کھول دیا گیا تو میں نے ان کو عذاب میں مبتلا دیکھا، جس کی وجہ سے مجھے رونا آ گیا پھر زاری سے دعا کی تو ارشاد ہوا جاؤ ہم نے تمہاری شفاعت قبول کی۔ تو اس قبر کی عورت بولی اے فقیہ اسماعیل! کیا میری بھی بخشش ہو گئی میں تو فلاں گلوکار عورت ہوں۔ تو میں نے جواب دیا ہاں تو بھی ان لوگوں میں شامل ہے تو اس وجہ سے میں ہنس دیا۔

شیخ معین الدین کی کرامت:

شیخ عبدالغفار ''وحید'' میں بیان کرتے ہیں ہمیں شرف الدین غائری کے شاگرد قاضی علاء الدین نے بتایا کہ شیخ معین الدین ہمارے ہمراہ تھے۔ قاہرہ پہنچنے سے پہلے ان کا وصال ہو گیا، ہم ان کی میت لے کر شہر میں داخل ہونے لگے تو اہل شہر نے اجازت نہ دی اور کہا کہ ہم مردوں کو شہر میں لے جانے کی اجازت نہیں دیتے، اس وقت شیخ معین نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور انگشت شہادت کھڑی کی چنانچہ اس کرامت کو دیکھ کر اہل شہر نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی۔

عبدالرحمٰن نویری کی شہادت:

شیخ زین ابن الدین فقیہ عبدالرحمٰن نویری کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ منصورہ شہر میں تھے

جب مسلمان فرنگیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تو عبدالرحمن نوری نے آیت کریمہ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا الخ تلاوت کی اس کے بعد شہید کردیئے گئے، بعدازاں ایک فرنگی آیا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا، اس نے ان کے جسم پر وار کرکے کہا اے عالم اسلام! تیرا تو دعویٰ تھا کہ شہداء زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں، تو حضرت عبدالرحمٰن نوری نے سر اٹھا کر کہا، ہاں رب کعبہ کی قسم، شہداء زندہ ہیں، یہ حیران کن منظر دیکھ کر فرنگی گھوڑے سے اتر پڑا۔ حضرت عبدالرحمٰن کا منہ چوما پھر ساتھی سے کہا ان کی میت کو اپنے وطن لے چلو،

ابن سعید خراز کا واقعہ:

امام قشیری ''رسالہ'' میں اپنی سند کے ساتھ شیخ ابن سعید خراز سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں میں نے باب بنی شیبہ کے پاس ایک جوان مردہ حالت میں دیکھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مسکرا کر بولا، اے ابا سعید! شہداء زندہ ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں۔ انتہی

اس باب کو امام سیوطی نے بہت بسط کے ساتھ لکھا ہے جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ شرح الصدور کا مطالعہ کرے۔

موت کی سختی اور قبر میں فرشتوں کے سوالات

ذیل میں موت اور اس کی سختی کے کچھ احوال اور قبر میں فرشتوں کے سوالات کے متعلق بیان کیا جاتا ہے، سماعت فرمایئے۔ اس ضمن میں حضرت جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں بکثرت احادیث نقل کی ہیں، برادران اسلام کی آگاہی اور موت کی تیاری کے لیے ان میں سے کچھ احادیث سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

امام احمد اور ابوداؤد نے سنن میں حاکم نے مستدرک میں، ابن ابی شیبہ مصنف میں، بیہقی نے عذاب القبر میں، طیاسی اور عبد نے مسندین میں، ہناد بن سری نے زہد میں اور ابن جریر

اور ابن حاتم وغیرہ محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک انصاری کے جنازہ میں شریک ہوئے، ابھی قبر تیار نہ تھی، حضور وہاں تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی خاموشی کے ساتھ گرد بیٹھ گئے گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، حضور کے دست اقدس میں ایک چھڑی تھی، جس سے آپ زمین کریدنے لگے، بعدازاں سر اقدس اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا:

اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

پھر فرمایا مومن جب دنیا سے قطع تعلق کر کے آخرت کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سفید چہروں والے فرشتے اترتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چہرے آفتاب ہیں، ان کے پاس جنتی کفن اور خوشبوئیں ہوتی ہیں، وہ حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس مومن کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے پاکیزہ مطمئن روح، اللہ تعالیٰ کی رضا اور بخشش کی طرف نکل چل تو اس کی روح اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکیزے سے قطرہ نکلتا ہے اگرچہ تمہیں کچھ اور نظر آتا ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتا ہے مگر پاس کے فرشتے ایک لحہ کے لئے بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، اور اسے جنتی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں، پھر اس سے بہترین خوشبو مہکتی ہے۔ بعدازاں فرشتے اس کو لے کر ملاء اعلیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، تو ملاء اعلیٰ کے فرشتے سوال کرتے ہیں، کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں۔ یہ فلاں بن فلاں کی معطر روح ہے، تو فرشتے اس کو دنیا کے بہترین نام سے یاد کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو لے کر آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں، اور آسمان کا دروازہ کھلوانے کی درخواست کرتے ہیں، دروازہ کھلتا ہے تو اس کے فرشتے بھی ساتھ ہو لیتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ چلتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھ اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے بندوں کو زمین سے پیدا کیا اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا۔

چنانچہ اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر سوال کرتے ہیں۔

مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

وہ پوچھتے ہیں: مَا دِيْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے: دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے۔

وہ تیسرا سوال کرتے ہیں: مَا تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تمہارے درمیان مبعوث ہوا؟

وہ جواب دیتا ہے: یہ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

وہ پوچھتے ہیں:

تیرے اس علم کی بنیاد کیا ہے؟

وہ جواب دیتا ہے کتاب اللہ۔ جسے پڑھ کر ایمان لایا، تو آسمان سے ایک منادی پکار کر کہتا ہے، میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ، اسے جنتی لباس پہناؤ، اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولو تاکہ جنت کی ہوا اور خوشبو آئے، پھر اس کی قبر حد نگاہ تک وسیع کر دی جاتی ہے، تب اس کے پاس خوش چہرہ، خوش لباس اور معطر بدن شخص آ کر کہتا ہے۔ تجھے بشارت ہو یہ تیرا تکمیل وعدہ کا دن ہے، وہ مردہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے بھلائی جلوہ گر ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ میں تیرا اچھا عمل ہوں، اس وقت مردہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار قیامت برپا کر دے تاکہ اہل خانہ سے مل سکوں۔

اس کے برعکس جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو آسمان سے سیاہ رو فرشتے کالے کمبلوں کے ساتھ اترتے ہیں، اور حد نگاہ تک آ کر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت بھی آ کر سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے۔

اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی کی طرف جا، پس وہ خبیث روح جسم میں پھیل جاتی ہے پھر فرشتہ اس کو جسم سے اس طرح کھینچتا ہے جیسے سیخ کو گیلی اون سے،

جب وہ روح نکالتا ہے تو دوسرے فرشتے فوراً اس کو اچک لیتے ہیں، اور کالے کمبل میں لپیٹ دیتے ہیں، اس کے جسم سے کریہہ بد بو نکلتی ہے، پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو ملا اعلیٰ کے فرشتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں، یہ خبیث روح کس کی ہے؟ تو وہ اس کا بہت بُرا نام لے کر پکارتے ہیں، پھر آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن دروازہ کھولا نہیں جاتا، اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لَا تفتح لَهُمْ اَبوابُ السَّمَاء الخ کی تلاوت فرمائی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے، اسے پست ترین زمین کی۔ سجین میں لکھ دو تو اس کی روح کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر حضور نے تلاوت فرمائی۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيْحُ فِي مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔

اس مرحلہ پر حضور نے تلاوت فرمائی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گویا آسمان سے گرا تو پرندے نے اسے اچک لیا اور ہوا اسے اٹھا کر دور دراز جگہ پھینک دے۔

پس اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے تو دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا، وہ پوچھتے ہیں، تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ھاہ ھاہ مجھے معلوم نہیں، پھر دریافت کرتے ہیں، تو اس ذات مقدسہ کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم میں مبعوث ہوئی، وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ مجھے علم نہیں، اس پر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس شخص نے غلط کہا، اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو۔ س کو آگ اڑھا دو اور آتش جہنم کی طرف اس کا دروازہ کھول دو تا کہ اسے آگ کی تپش اور زہریلے شعلوں کا سامنا کرنا پڑے، ساتھ ہی اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں دوسری طرف سے نکل جاتی ہیں، پھر اس کے پاس انتہائی بدشکل قبیح لباس میں ملبوس اور بد بودار شخص آتا ہے اور کہتا ہے، تجھے ناگوار چیز کی بشارت ہو، اسی دن کا تجھ کو وعدہ دیا جاتا تھا۔ تو وہ پوچھتا ہے۔ اے بدشکل کریہ الریح تو کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا

ہے۔ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْث میں تیرا خبیث عمل ہوں، اس وقت اس کے منہ سے دعا نکلتی ہے۔

''اے پروردگار قیامت برپا نہ کر''

ابویعلیٰ اپنی مسند میں اور ابن ابی الدنیا بروایت یزید رقاشی، حضرت انس اور حضرت تمیم الداری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے ولی کے پاس جا اور اسے میرے پاس لے آ، کیونکہ میں نے اسے دکھ سکھ سے آزمایا اور اسے اپنی رضا کے مطابق پایا، میں چاہتا ہوں کہ اسے دنیا کے غموں سے نجات دوں، چنانچہ ملک الموت پانچ سو فرشتوں کے ساتھ جاتا ہے ان کے ساتھ جاتا ہے ان کے ساتھ جنتی معطر کفن ہوتے ہیں، نیز ان کے پاس پھولوں کی شاخیں ہوتی ہیں، جس سے طرح طرح کی خوشبوئیں مہکتی ہے، ان کے پاس مشک سے بسا ہوا سفید ریشم بھی ہوتا ہے پھر ملک الموت اس کے سرہائے آ بیٹھتا ہے، فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور ہر فرشتہ اپنا ہاتھ اس کے ایک ایک عضو پر رکھ دیتا ہے اور مشک میں بسے ہوئے اس ریشم کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دیا جاتا ہے اور ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے اب اس کا دل جنت کی جانب رغبت کرتا ہے کبھی ازواج مطہرہ کی جانب کبھی لباس کی طرف اور کبھی پھلوں کی طرف، اس کا دل اس طرح بہلایا جاتا ہے جس طرح روتے بچے کا دل اس کے گھر والے بہلاتے ہیں، اس کی جنتی بیویاں اس کے سامنے خوشی کا اظہار کرتی ہیں، اس وقت اس کی روح جھوم اٹھتی ہے فرشتہ کہتا ہے اے پاکیزہ نفس! عمدہ درختوں دراز سائیوں اور بہتے پانیوں کی طرف چل، ملک الموت اس کی ماں سے زیادہ شفقت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے، اور اس روح پر نرمی کر کے خدا کی رضا چاہتا ہے پس اس بندے کی روح یوں نکالی جاتی ہے۔ جس طرح آٹے سے بال حضور فرماتے ہیں۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ — تم پر سلام ہو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

یہی مفہوم ہے اس آیت کریمہ کا:

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ

فرشتے جن کو پاکیزگی کی حالت میں موت دیتے ہیں کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ

اگر وہ مقربین میں سے ہو تو اس کے لئے راحت خوشبو اور نعمت کی جنت ہے۔

پھر جب فرشتہ روح قبض کرتا ہے تو روح جسم سے کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے جزا دے تو مجھے نیک کام کی طرف جلد لے جاتا تھا اور برے کام سے گریز کرتا تھا۔ تجھے مبارک ہو کہ تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلائی جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے، اس وقت زمین کے وہ حصے نیک بندے پر روتے ہیں جن پر وہ عبادت کرتا تھا، اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اس کا نیک عمل اوپر چڑھتا اور اس کا رزق اترتا تھا۔ چالیس روز تک روتا ہے، جب اس کی روح قبض ہو جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں جب اسے کسی پہلو لٹانے کی کوشش کی جاتی ہے تو فرشتے اسے پہلے لٹا دیتے ہیں اور جنتی کفن پہنا دیتے ہیں، اور ان کی خوشبو سے پہلے جنتی خوشبو لگا دیتے ہیں، پھر اس کے گھر سے قبر تک فرشتوں کی دو رویہ صفیں اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اس وقت شیطان سخت چیخ مارتا ہے کہ مردے کے جسم کی بعض ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں، وہ اپنے لشکروں سے کہتا ہے۔ تمہارے لئے خرابی ہو، اس نے نجات کیسے پائی؟ وہ کہتے ہیں، یہ گناہوں سے بچتا رہا، جب ملک الموت روح لے کر آسمان پر پہنچتا ہے تو جبریل امین استقبال کرتے ہیں، ستر ہزار فرشتے ساتھ ہوتے ہیں جو اس کو بشارت دیتے ہیں، پھر جب ملک الموت اسے عرش کی طرف لے جاتا ہے تو بندے کی روح بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ حکم خداوندی ہوتا ہے میرے بندے کی روح کو سرسبز درختوں، دراز سائیوں اور بہتے پانیوں میں لے جاؤ، پھر جب اُسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو نماز داہنی جانب سے آتی ہے روزے بائیں جانب سے

اورقرآن وذکر سر پر سایہ کناں ہوتا ہے اور صبر قبر کے ایک گوشے میں آتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ عذاب کا ایک طائفہ اس کی طرف بھیجتا ہے تو نماز حائل ہو کر کہتی ہے پیچھے ہٹ، یہ ساری زندگی تکلیفیں برداشت کرتا رہا، اب آرام سے لیٹا ہے، پھر عذاب بائیں جانب سے بڑھتا ہے تو روزہ رکاوٹ بنتا ہے اور وہی الفاظ کہتا ہے جو نماز نے کہے، وہ سر کی جانب سے آتا ہے تو قرآن وذکر حفاظت کرتے ہیں، یوں عذاب اس کے پاس کسی جہت سے نہیں پہنچ سکتا، جب دیکھتا ہے کہ اللہ کے دوست کو طاعت نے حفاظت میں لے رکھا ہے تو چھوڑ کر چل دیتا ہے اس وقت صبر دیگر اعمال سے کہتا ہے میں اس لئے خاموش رہا کہ دیکھوں تمہارے پاس کیا ہے، اگر تم عاجز آجاتے تو میں حمایت کے لئے آگے بڑھتا۔ اب جبکہ تم نے حفاظت کی ذمہ داری پوری کی تو میں صراط اور میزان پر اس کے کام آؤں گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ دو فرشتے بھیجتا ہے، جن کی نظریں اچک لے جانے والی بجلی کی مانند ہیں، آواز گرج کی طرح، دانت بیل کے سینگوں کی طرح سانسیں شعلوں کی صورت، وہ اپنے بالوں کو روندتے چلتے ہیں، ان کے کاندھوں کے درمیان طویل فاصلہ ہے، وہ سوائے اہل ایمان کے کسی سے نرمی نہیں کرتے ان کا نام منکر اور نکیر ہے، اور دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک انتہائی وزنی ہتھوڑا ہوتا ہے وہ کہتے ہیں، اٹھ تو مردہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور اس کے کفن کے کپڑے گر جاتے ہیں، فرشتے پوچھتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا رسول کون ہے؟ وہ مردہ جواب دیتا ہے، میرا رب اللہ تعالیٰ ہے میرا دین اسلام ہے اور میرا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ آخری پیغمبر ہیں۔ وہ فرشتے کہتے ہیں، تو نے سچ کہا، اس کے بعد اس کو قبر کے حوالے کر کے قبر کو ہر جہت سے فراخ کر دیتے ہیں، پھر کہتے ہیں۔ ذرا اوپر دیکھ جب اس کی نگاہ اٹھتی ہے، تو جنت کا دروازہ کھلا پاتا ہے، وہ کہتے ہیں اے اللہ کے دوست! یہ تیرا مقام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس وقت اس کو ایسی خوشی نصیب ہوگی جسے کبھی فراموش نہ کر پائے گا۔

بعدازاں اسے نچلی جانب دیکھنے کو کہا جاتا ہے تو نچلی طرف جہنم کا دروازہ کھلا دکھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اے یار خدا تجھے اس سے نجات مل گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقسم فرماتے ہیں کہ اس گھڑی اس کو دائمی خوش نصیب ہوتی ہے اور اسکے ۷۷ دروازے جنت کے کھول دیئے جاتے ہیں، جن سے قیامت تک جنت کی ٹھنڈک اور خوشبو آتی رہے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ:

اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دیتا ہے، اب میرے دشمن کے پاس جا اور اسے لے آ، میں نے اسے وسیع روزی دی اسے نعمتوں سے سرفراز کیا، مگر اس نے ناشکری اور نافرمانی کی اسے لے آ، تا کہ میں اس سے انتقام لوں، چنانچہ ملک الموت انتہائی کریہہ شکل میں اس کے پاس آتا ہے اس کی تیرہ آنکھیں ہوتی ہیں، جہنمی کانٹوں کے گرز ہوتے ہیں، پانچ سو فرشتے ہمراہ اور ہر فرشتہ تانبے، جہنمی چنگاریوں اور آتشی کوڑوں سے لیس ہوتا ہے ملک الموت اس کو اس طرح گرز مارتا ہے کہ ہر گرز اس کے بدن میں پیوست ہو جاتا ہے پھر اس گرز کو موڑ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی روح قدموں کے ناخنوں سے نکلتی ہے اور دشمن خدا بے ہوش ہو جاتا ہے فرشتے اس کے چہرے اور پشت پر کوڑے برساتے ہیں، اور مارتے مارتے حلق تک چلے جاتے ہیں پھر آتش تانبا اور چنگاریاں ٹھوڑی کے نیچے پھیلا دیتے ہیں، اس وقت ملک الموت پکار کر کہتا ہے اے ملعون روح! زہریلی ہوا، گرم پانی اور تپتے سائے کی طرف چل، جب فرشتہ جان قبض کر لیتا ہے، تو وہ روح جسم سے کہتی ہے، اللہ تجھے بدترین سزا دے تو مجھے گناہ کی طرف تیزی سے لے جاتا تھا اور نیکی سے پیچھے رکھتا تھا، تو خود بھی ہلاکت میں پڑا اور مجھے بھی برباد کیا، جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے اور زمین کے وہ حصے جن پر گناہ کرتا تھا، اس پر لعنت کرتے ہیں، ادھر ابلیس کے لشکر اس کو خوشخبری دیتے ہیں، کہ انہوں نے ایک آدمی کو جہنم رسید کیا، پھر جب قبر میں ڈالا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر تنگ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی ایک جانب کی پسلیاں دوسری جانب نکل جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی طرف سیاہ سانپ بھیجتا ہے جو اس کو ڈستے ہیں، پھر منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں، بتا تیرا

رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا رسول کون ہے؟ وہ ان سوالات کے جواب میں کہتا ہے، مجھے معلوم نہیں، فرشتے کہتے ہیں، تو نے تو جاننے کی کوشش ہی نہیں کی، پھر اس کو ایسی مار دیتے ہیں کہ اس مار سے قبر میں چنگاریاں اڑتی ہیں، پھر اسے جنت کا کھلا دروازہ دکھا کر کہتے ہیں، اے دشمن خدا، اگر تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا تو اس مقام میں قیام کرتا، بخدا اس وقت اس کو حسرت ناتمام کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، بعدازاں جہنم کا کھلا دروازہ دکھا کر کہا جاتا ہے، اے دشمن خدا! تیری نافرمانیوں کے باعث یہ تیرا ٹھکانا ہے، پھر جہنم کے ستتر دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جن سے گرمی اور زہریلی ہوا قبر میں آتی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ابن ماجہ اور بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''قریب المرگ شخص کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر نیکوکار ہو تو کہتے ہیں اے پاکیزہ جسم میں پاکیزہ روح نکل چل تجھے روح وریحان کی خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے، ناراض نہیں، پھر بار بار یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ روح نکل جاتی ہے اور فرشتہ اس کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتا ہے تو اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں، فلاں بن فلاں ہے، آواز آتی ہے اے پاکیزہ روح خوش آمدید پھر حکم ہوتا ہے، اسے اندر لے آؤ، اسی طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے اگر مرنے والا بدکار ہو تو فرشتے کہتے ہیں اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث روح! کھولتے پانی اور پیپ کی طرف نکل چل، اپنے ناراض رب کی طرف چل، جب نکلتی ہے تو اس کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے، پھر دروازہ کھلنے پر پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے، تو آواز آتی ہے، تجھ کو خوش آمدید نہیں کہا جائے گا، تیرے لئے آسمانوں کے دروازے بند ہیں، چنانچہ اسے زمین کی طرف لوٹا کر قبر میں ڈال دیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اسی باب میں فرماتے ہیں:

ربیع بن خراش کا واقعہ:

ابن ابی شیبہ ربعی بن خراش سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے بھائی کے مرنے کی اطلاع کی گئی تو میں نے آکر دیکھا، اسے کپڑے میں لپیٹ دیا گیا تھا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ پڑھ کر سرہانے کھڑا ہوا اور دعائے مغفرت کی، اس نے اچانک کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم ہم نے جواباً کہا وعلیک السلام سبحان اللہ، تو اس نے بھی کہا سبحان اللہ، تم سے بچھڑ کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا تو راحت، خوشبو اور نعمت سے میرا استقبال کیا گیا، میرا پروردگار مجھ سے راضی ہے اس نے مجھ کو حریر سندس اور استبرق کا لباس پہنایا، اور میں نے معاملہ اس سے کہیں آسان پایا جتنا کہ تم نے سمجھا، اب دیر نہ کرو، میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی، کہ تم کو بشارت دے سکوں، مجھے بارگاہ رسالت میں لے چلو، حضور نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری واپسی تک میرا انتظار کریں گے اس کے بعد اس پر موت کی حالت طاری ہوگئی۔

ابونعیم ربعی بن خراش کا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں۔

ربعی کہتے ہیں ہمارا بھائی ربیع ہم سے زیادہ پابند صوم وصلوٰۃ تھا، اس کا انتقال ہوا تو ہم اس کی میت کے پاس آئے، اس نے کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم، ہم نے جواب دیا وعلیکم السلام پھر حیرانی سے پوچھا مرنے کے بعد کلام؟ اس نے کہا ہاں تم سے بچھڑ کر رب تعالیٰ سے ملا، وہ مجھ سے راضی ہے اس نے راحت خوشبو اور نعمت سے میرا استقبال کیا، سنو ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے منتظر ہیں، مجھے لے چلو، دیر نہ کرو۔ اس کے بعد ربیع خاموش ہوگئے۔

یہ ماجرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا تو فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا، کہ میری امت میں ایک شخص انتقال کے بعد کلام کرے گا۔ ابو نعیم کہتے ہیں، یہ حدیث مشہور ہے، بیہقی نے اس کو دلائل نبوت میں ذکر کیا نیز کہا کہ حدیث

صحیح ہے۔اس کی صحت میں کچھ شک نہیں۔

مورق عجلی کا مرنے کے بعد کلام کرنا:

جو یبر اپنی تفسیر میں ابان بن ابی عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ہم مورق عجلی کی وفات کے وقت موجود تھے، جب ہم نے دیکھا ان کے سر سے ایک نور نکلا جو چھت کو چیر کر نکل گیا پھر پاؤں سے نور نکلا پھر وسط جسم سے نور ظاہر ہوا تو ہم نے تھوڑی دیر توقف کیا پھر انہوں نے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا ھَلْ رَأَیْتُمْ شَیئاً کیا تم نے کچھ دیکھا ،ہم نے کہا ہاں ہم نے ایک نور دیکھا۔ کہا یہ سورہ سجدہ تھی میں روزانہ اس کی تلاوت کرتا تھا، اور جو نور تم نے سر سے نکلتا دیکھا یہ اس کی ابتداء کی چودہ آیتیں تھیں اور جو نور پاؤں سے نکلا یہ اس کی آخری چودہ آیتیں تھیں، اور جو نور وسط سے نکلا یہ آیت سجدہ تھی۔ اور اوپر آسمان کی طرف شفاعت کے لئے گئی اور سورہ تبارک پیچھے میری حفاظت کے لئے رہ گئی۔ یہ کہہ کر وہ حالت موت پر ہو گئے۔

اس واقعہ کا دوسرا طریق:

امام ابن الدنیا نے کتاب مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ میں اس واقعہ کو دوسرے طریق سے نقل کیا۔

حضرت عجلی فرماتے ہیں، ہمارے ہاں ایک شخص پر غشی طاری تھی۔اس کے سر سے ایک نور نکلا جو چھت پھاڑ کر نکل گیا، پھر ناف سے نور برآمد ہوا اس کے بعد پاؤں سے نور نکلا، جب اس کو ہوش آیا تو ہم نے پوچھا، تیرے ساتھ جو کچھ ہوا کیا تجھ کو اس کا علم ہے،اس نے کہا ہاں، جو نور سر کی جانب سے نکلا والم تنزیل کی ابتدائی چودہ آیتیں تھیں اور جو نور ناف سے جلوہ گر ہوا وہ آیت سجدہ تھی۔ اور جو نور پاؤں سے خارج ہوا وہ سورہ سجدہ کی آخری آیات تھیں۔ وہ میری شفاعت کے لئے اوپر گئی ہیں جبکہ سورہ ملک میری حفاظت کے لئے رہ گئی ہے۔ میرا معمول تھا کہ میں ہر رات ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرتا تھا۔

روبہ بنت سبحان کا کلام:

مغیرہ بن خلف کہتے ہیں، روبہ دختر سبحان کا انتقال ہوا تو اس نے غسل وکفن کے بعد حرکت کی، اور کہا، خوش ہو جاؤ میں نے معاملہ اس سے آسان پایا جس کا تم کو خوف تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ قاطع رحم، شرابی اور مشرک جنت میں نہ جائیں گے۔

مدائن میں ایک شخص کا بعد موت کلام کرنا:

خلف بن حوشب کہتے ہیں مدائن میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اس نے ڈھانپ دیئے جانے کے بعد حرکت کی اور کپڑا اٹھا کر کہا اس مسجد میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے داڑھیوں کو خضاب لگا رکھا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں زبان طعن دراز کرتے ہیں، میری روح قبض کرنے والے فرشتے ان پر لعنت کر رہے ہیں اور ان سے اعلان بیزاری کر رہے ہیں اس کے بعد اس پر موت کی حالت طاری ہو گئی۔

ایک اور واقعہ:

خلف بن حوشب ہی کا بیان ہے کہ میں مدائن میں ایک میت کے پاس گیا اس کے پیٹ پر اینٹ پڑی تھی۔ اچانک اچھلا تو اینٹ لڑھک گئی اور اس کے منہ سے ہائے تباہی ہائے بربادی کے الفاظ نکلنے لگے۔ اس کے ساتھی اس کی یہ حالت دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو میں نے قریب جا کر پوچھا، تو نے کیا دیکھا؟ اور یہ تیری کیا حالت ہے؟ اس نے جواب دیا میں شیوخ کوفہ کی صحبت میں رہا، انہوں نے مجھے شیخین (یعنی ابوبکر وعمر) رضی اللہ عنہما کی شان میں زبان درازی اور اعلان بیزاری کے برے عقیدے پر لگا لیا، میں نے کہا استغفر اللہ، آئندہ ایسا نہ کرنا، کہنے لگا مجھے اب اس کا کیا فائدہ؟ وہ تو مجھے جہنم کے حوالے کر چکے ہیں۔ اور میں اس کا مشاہدہ کر چکا ہوں۔ اب مجھے حکم ہوا ہے کہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں کو اپنے انجام بد کی خبر دوں پھر حالت موت پر آ جاؤں چنانچہ وہ دوبارہ اسی حالت پر چلا گیا، معلوم نہیں کہ اس نے بات پوری کی یا نہیں؟

مردہ اٹھ بیٹھا:

ابن عساکر، ابن معشر سے نقل کرتے ہیں۔ان کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں ایک شخص مرگیا، جب اسے غسل دینے کے لئے تختے پر ڈالا گیا تو اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر ہاتھ سے آنکھ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔میری آنکھ نے دیکھا، میری آنکھ نے عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کو دیکھا ان کی آنتیں آگ میں گھسیٹی جارہی تھیں، اس کے بعد وہ تختے پر لیٹ گیا۔

مسور بن مخرمہ کی شہادت:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ مسور بن مخرمہ پر غشی طاری ہوئی پھر افاقہ پا کر بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا، کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رفیق اعلیٰ میں ہیں، عبدالملک اور حجاج اپنی آنتوں کو جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں۔

نوٹ:

یہ واقعہ عبدالملک اور حجاج کی حکومت سے بہت پہلے کا ہے کیونکہ حضرت مسور نے مکہ مکرمہ میں 64 ہجری میں وفات پائی اور حجاج کی حکومت تو اور بھی بعد کی ہے۔

ابن ابی الدنیا ایسی سند کے ساتھ جس میں ایک متہم راوی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ہم ایک مریض کے پاس بیٹھے تھے، اچانک اس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا، ہم نے اس کو ڈھانپ دیا، اور ایک شخص کو کفن دفن کا اہتمام کرنے کے لئے بھیجا، پھر بوقت غسل اس کے بدن میں حرکت ہوئی، ہم نے کہا سبحان اللہ ہم تو تجھے مردہ سمجھ چکے تھے۔اس نے کہا ہاں میں مر چکا ہوں، اور مجھے قبر میں لے گئے ہیں، ایک خوبصورت اور خوش بودار انسان نے مجھے قبر میں رکھ کر کاغذوں سے ڈھک دیا ہے اسی اثناء میں ایک بد بودار کالی عورت نے ایک بزرگ کے سامنے میرے گناہ گنانے شروع کیئے، اس سے مجھے شرم آئی، میں نے کہا، اے بزرگ! خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں آپ مجھ کو اور اسکو تنہا چھوڑ دیں تو اس نے میری بات مان لی پھر کہا، چلو میں تم سے مقدمہ لڑوں گی۔ چنانچہ وہ ایک

کشادہ مکان میں لے گئی، جس میں ایک طرف چاندی کی آبشار تھی، دوسرے گوشے میں ایک مسجد تھی، جہاں ایک شخص نماز میں مشغول تھا، اور سورہ نحل پڑھ رہا تھا، اسے قرآت میں تشابہ ہوا تو میں نے لقمہ دیا، اس سے میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، کیا آپ کو یہ سورت یاد ہے، میں نے کہا ہاں! اس نے کہا یہ تو نعمتوں والی سورت ہے، پھر اس نے قریب سے ایک سرہانہ اٹھایا اور ایک صحیفہ نکال کر دیکھا، اتنے میں وہ کالی عورت بھاگ کر آئی اور بولی، اس نے فلاں فلاں گناہ کیے۔ تو اس کے جواب میں خوش شکل آدمی نے میری نیکیاں گننا شروع کیں، اس نمازی نے کہا یہ ظالم شخص ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔ ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا۔ یہ سوموار کو مرے گا۔ پس اس شخص نے کہا اگر سوموار کو مر گیا۔ تو سمجھ لینا کہ بات سچی تھی اگر زندہ رہا تو یقین کرنا کہ ہذیان تھا، چنانچہ سوموار کا دن آیا، وہ صحیح سلامت تھا، لیکن دن ختم نہ ہوا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ایک عورت کا بعد موت کلام کرنا:

ابن عساکر قرہ بن خالد سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان کی ایک عورت فوت ہو گئی ہم نے اس وجہ سے اس کو دفن نہ کیا کہ اس کی ایک رگ حرکت کرتی تھی۔ بعد ازاں بول کر کہنے لگی، جعفر بن زبیر نے کونسا نیک عمل کیا؟ حالانکہ جعفر اس کی یاد خبر سے بھی پہلے فوت ہو چکے تھے۔ ہم نے کہا، جعفر تو کب کے فوت ہو چکے ہیں، کہنے لگی بخدا میں نے ان کو ساتویں آسمان پر دیکھا، فرشتے ان کی وجہ سے باہم مبارکبادیاں دیتے ہیں، اور میں ان کو ان کے کفن میں پہچان رہی ہوں، اور فرشتے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔

اچھے عمل والا آیا اچھے عمل والا آیا۔

ایک اور واقعہ:

ابن ابی الدنیا صالح بن حی سے روایت ہیں کہ مجھے میرے پڑوسی نے بتایا۔ ایک شخص کی روح پرواز کر گئی پھر اس پر اعمال پیش کیے گئے، تو جن گناہوں سے اس نے توبہ کی تھی وہ نامہ عمل سے مٹ گئے اور جن سے مغفرت طلب نہ کی وہ برقرار رہے، حتیٰ کہ انار کا ایک دانہ

جو میں نے اٹھا کر کھایا اس کے بدلے میں بھی ایک نیکی لکھی گئی، ایک دن میں نے نماز باواز بلند پڑھی جسے میرے ہمسائے نے سن لیا تو اس نے بھی متاثر ہو کر نماز پڑھی، جس کا ثواب میرے نامہ عمل میں لکھا گیا، ایک دن میں چند لوگوں کے پاس تھا، اسی اثناء میں ایک مسکین آیا، میں نے اسے ایک درہم دیا، مگر اس سے مجھے کوئی نفع یا نقصان نہ ہوا۔

امام ابو بکر شافعی غیلانیات میں سلام بن اسلم سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں، فضل بن عطیہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ تک ایک اونٹ پر گیا، جب مقام فیداء سے چلے تو مجھے بیدار کیا، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا، وصیت کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا آپ تو صحیح سالم ہیں، کہنے لگے میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم کو تمہاری روح قبض کرنے کا حکم ہوا ہے۔ میں نے کہا اگر صبر کریں تو میں مناسک حج پورے کرلوں، کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے تمہارا حج قبول کر لیا ہے، پھر ایک نے دوسرے سے کہا انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کھولو، پس اس نے انگلیاں کھولیں تو دو کپڑے برآمد ہوئے جن کے سبز رنگ نے زمین وآسمان کی درمیانی فضا کو بھر دیا، پھر بولے یہ تمہارا جنتی کفن ہے، پھر لپیٹ کر انگلیوں میں رکھ لیا سلام کہتے ہیں کہ ابھی ہم گھر نہ پہنچے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

سعید بن منصور بحوالہ سفیان کہتے ہیں کہ سلمان کو کہیں سے ایک مشک ملی تو اپنی بیوی کے پاس رکھ دی۔ جب وقت اجل پہنچا تو پوچھا، میری امانت کہاں ہے بیوی نے کہا، کہ میرے پاس ہے، کہا بھگو کر میرے بچھونے کے اردگرد چھوڑ دو، کیونکہ میرے پاس مقدس ہستیاں (یعنی فرشتے) آنے والی ہیں جو کھانے پینے سے پاک ہیں مگر خوشبو کو محسوس اور پسند کرتی ہیں۔

ابن ابی الدنیا ابومکین سے نقل کرتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ملک الموت سے کہا جاتا ہے اس کے سر کو سونگھو، وہ سونگھ کر بتاتے ہیں، اس کے سر میں قرآن کی خوشبو ہے، پھر کہا جاتا ہے۔ اس کے دل کو سونگھو، وہ سونگھ کر کہتے ہیں، اس کے دل میں روزوں کی خوشبو ہے، پھر حکم ہوتا ہے اس کے پاؤں کو سونگھو وہ سونگھ کر بتاتے ہیں اس کے قدموں میں قیام کی خوشبو ہے، ارشاد ہوتا ہے اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ رکھا۔

حضرت داؤد بن ہند کا واقعہ:

امام بن ابی الدنیا اپنی کتاب "مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ" میں فرماتے ہیں حضرت داؤد بن ہند بیمار ہوئے، تو کہنے لگے، میں نے موٹے سر اور موٹے کندھوں والے شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا، گویا زط (جٹ) ہے۔ میں نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا عَلَیْہِ رَاجِعُوْن اور اس سے کہا، تو مجھے مارنا چاہتا ہے؟ کیا میں کافر ہوں؟ کیونکہ میں نے سن رکھا ہے کہ کافروں کی روحیں ایک کالا فرشتہ قبض کرتا ہے۔

اسی دوران گھر کی چھت پھٹی تو میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی، ایک سفید پوش شخص اتر کر میرے پاس آیا اس کے بعد دوسرا آیا، پھر دونوں نے کالے کو گرجدار آواز میں ڈانٹا، جس کی وجہ سے وہ بھاگ کھڑا ہوا، اور دوسرا دیکھنے لگا، اور وہ دونوں اس کو مسلسل ڈانٹتے رہے، پھر ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، سرہانے بیٹھنے والے نے دوسرے سے کہا! ذرا چھو کر دیکھو، تو اس نے میری انگلیاں ٹٹولیں پھر کہا، ان انگلیوں کے ذریعے یہ بہ کثرت نماز کے لئے جاتا تھا، پھر پائنتی کی طرف بیٹھنے والے نے کہا، ذرا تم بھی چھو کر دیکھو تو اس نے میرے جبڑوں کو چھو کر کہا یہ ذکر خدا سے تر ہیں۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول میں بروایت نصر بن سعید ابو قلابہ سے نقل کرتے ہیں، کہ ان کا ایک بھتیجا گناہ کا عادی تھا، بیمار ہوا، تو ابو قلابہ عیادت کو آئے، پھر روح نکلنے پر آئی تو کہا، آخر میرا بھتیجا ہے اس کے گناہ کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، کیوں نہ اس کی زندگی کی آخری رات اس کے پاس گزاروں؟ اسی اثناء میں دو کالے بھجنگے اس کے پاس آئے ان کے پاس کلہاڑا تھا۔ ابو قلابہ کہتے ہیں، ایک نے دوسرے سے کہا، اس کے قریب جا اور دیکھ کر کہا اس کے پاس کوئی نیکی ہے؟ چنانچہ وہ میرے بھتیجے کے قریب آیا، پہلے سر سونگھا پھر پیٹ اور اس کے بعد پاؤں سونگھے، پھر ساتھی سے جا کر کہا میں نے سر سونگھا تو اس میں قرآن کی خوشبو نہ پائی، پھر پاؤں سونگھے تو وہ بھی رات کی نماز کی خوشبو سے خالی ہیں، پھر دوسرا شخص آگے بڑھا اور سر پیٹ اور پاؤں سونگھ کر کہنے لگا، تعجب ہے کہ امت محمدیہ سے تعلق

رکھنے کے باوجود ان خصلتوں سے محروم ہے۔ پھر منہ کھول کر اس کی زبان نچوڑی تو اس سے اللہ اکبر کی آواز آئی، کہا یہ وہ تکبیر ہے جو اس نے انطاکیہ کے مقام پر خلوص سے کہی تھی۔ اس سے خوشبو آرہی ہے۔ پھر روح قبض کر کے روانہ ہوئے۔ اس وقت میں نے سنا سفید فرشتہ سیاہ فرشتوں سے کہہ رہا تھا تم لوٹ چلو، تمہارا اس پر بس نہیں، جب صبح ہوئی تو ابوقلابہ نے اپنا مشاہدہ لوگوں سے بیان کیا تو لوگوں نے کہا یہ تو ناکیہ میں تھا، ابوکلابہ نے جواب دیا بخدا میں نے فرشتوں کی زبان سے سنا کہ یہ انطاکیہ میں تھا، یہ سن کر لوگ جنازے پر ہجوم کر آئے۔

ابوالقاسم بن مندہ کتاب الاحوال میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ مومن کی روح قبض کرتا ہے۔ تو ملک الموت کو وحی کر کے حکم دیتا ہے کہ میرے فلاں بندے کو سلام پہنچا پھر جب ملک الموت قبض روح کے لیے آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اے بندے تیرا پروردگار تجھ کو سلام کہتا ہے۔

مروزی، ابوالشیخ اور ابن ابی الدنیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی، جب ملک الموت قبض روح کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں اے مومن! تیرا پروردگار تجھے سلام کہتا ہے۔

مؤلف عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

اے عزیز! فقیر نے اس بات میں دو نامور برگزیدہ شافعی علماء امام ابن حجر مکی اور امام جلال الدین سیوطی کی مستند کتابوں سے احادیث نقل کی ہیں، اس موضوع پر سادات حنفیہ کے ارشادات و اقوال بھی کافی ہیں، مگر غیر مقلدین حضرات احناف سے مروی احادیث کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے بلکہ موضوع کہتے ہیں اس لیے شافعی علماء سے مروی احادیث کو پیش کیا ہے تاکہ ان کے لیے حجت ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ احادیث کو بھی ضعیف یا موضوع کہہ دیں، مگر جائے غم نہیں کیونکہ ان کا ذکر اخیار کے لئے ہے، اغیار کے لئے نہیں، ارشادات نبوت کو قبول کرنے کے لئے رحمانی روح چاہیئے جو یومنون بالغیب کی آئینہ دار ہو، نہ کہ حیوانی روح، بھلا

ان روایات وحکایات کے لئے ظاہر بینوں کی حیوانی روح کب لائق خطاب ہوسکتی ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

یہ لوگ آیت ذیل کی تصویر ہیں:

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔

(اے رسول) تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہے۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔

اے ہمارے پروردگار بے شک ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی اور ہم نے رسول کی پیروی کی، اس لئے ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔

بظاہر یہ احادیث موضوع بحث (یعنی غائبانہ ندا) سے متعلق نہیں مگر انصاف کے ساتھ گہری نظر سے دیکھنے والا اس کو مقصود بحث سے ہم آہنگ پائے گا۔

الحمد للہ آج مورخہ 30-1-2003 بروز جمعرات بوقت اذان مغرب، جبکہ باہر ابر کرم کے چھینٹے پڑ رہے ہیں ان سطور کی تبییض سے فراغت حاصل ہوئی۔

محمد اعجاز جنجوعہ غفراللہ لہ

اصل چہارم تقلید شخصی

اے عزیز! اللہ تجھے توفیق سعادت دے اور مقامات گمرہی سے محفوظ رکھے، یہ حقیقت ذہن نشین کر لے کہ شرع شریف کے احکام ہم تک علمائے راسخین اور صلحائے کاملین کی وساطت سے پہنچے، ان علماء وصلحاء وصلحار کے دو گروہ ہیں، محدثین اور مجتہدین، محدثین کا کام ہے۔ کہ وہ الفاظ حدیث کو پوری تحقیق کے بعد اور صحت کے ساتھ اگلی نسل تک پہنچانے کی بساط بھر کوشش کرتے ہیں اس جماعت کے اکابر بفضل الٰہی اپنے مقصد میں کامیاب رہے، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء دے آمین۔

مجتہدین کا کام ہے کہ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے احکام استنباط واستخراج کرتے ہیں، اس گروہ کے سرکردہ بزرگ بھی کامیاب رہے اہل عقل جانتے ہیں کہ عوام کا عبادات ومعاملات میں عمل احکام پر ہے اور زمانہ رسالت سے دوری نیز ناسخ ومنسوخ، محکم وماؤل، مقدم ومؤخر اور متضاد ومتخالف نصوص میں مطابقت وموافقت سے لاعلمی کی وجہ سے اس زمانہ میں تقلید مجتہد کے بغیر گزارہ نہیں، جو قرب زمانہ، وفور علم، کثرت روایات کمال تقویٰ اور جودت فکر کے اوصاف سے متصف ہو، حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِیْثُ مُضِلَّۃٌ اِلَّا الْفُقَھَاءَ۔ سوائے فقہاء کے کوئی حدیث سے صحیح مفہوم اخذ نہیں کرسکتا۔

یہ حوالہ امام بن امیر حاج مکی نے مدخل میں نقل کیا۔ اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء ہی احادیث کے معانی سے کماحقہ آگاہ ہوتے ہیں، جیسا کہ امام ترمذی نے ''کتاب الجنائز'' میں فرمایا، امام بن حجر قلائد میں اور ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

لَا یَجُوز لِاَحَدٍ اَنْ یَاْخُذَ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ مَالَمْ یَجْتَمِعُ فِیْہِ شُرُوطُ الْاِجْتِھَادِ۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کتاب وسنت سے (براہ راست) احکام اخذ کرے جب تک کہ اس میں شروط اجتہاد جمع نہ ہوں۔

کفایہ میں ہے:

اَلْعَامِی اِذَا سَمَعَ حَدِیْثًا لَیْسَ لَہٗ اَنْ یَأخُذُ بِظَاھِرِہٖ لِجَوَازِ اَنْ یَکُوْنَ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاھِرِہٖ اَوْ مَنْسُوخًا بِخِلَافِ الْفَتْوٰی۔

عام آدمی جب کوئی حدیث سنے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ ظاہر حدیث سے حکم اخذ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث ظاہر سے پھری ہو یا منسوخ ہو، بخلاف فتویٰ کے۔

تقریر شرح تحریر میں عبارت مذکورہ کے لفظ منسوخا کے بعد ہے:

بَلْ عَلَیْہِ الرَّجُوعِ اِلَی الفُقَھاءِ

بلکہ اس کے لیے ضروری ہے، کہ فقہاء کی طرف رجوع کرے۔

سیّد سمہودی عقد فرید میں فرماتے ہیں:

قَدْ قَالَ مُحَقِقُ الْحَنْفِیَۃِ الکمال بن الھمام نقل الامام الرازی اَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلٰی مَنْعِ العوام مِنْ تَقْلِیدِ اَعْیَانِ الصَّحَابَۃِ بَلْ یُقَلِّدُونَ مِنْ بَعْدِھِمُ الَّذِیْنَ یَسَّرُوْا وَ وضَعُوْا وَدَوَّنُوا۔

محقق حنفیہ امام کمال بن ہمام بحوالہ امام رازی فرماتے ہیں کہ محققین کا اتفاق ہے کہ عوام کو اعیان صحابہ کی تقلید سے روکا جائے گا۔ بلکہ وہ صحابہ کرام کے بعد آنے والے آئمہ مجتہدین کی تقلید کریں گے جنہوں نے دینی مسائل کو آسان کر کے مرتب کیا۔

صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ الْحُقِّقُوْنَ عَلٰی مَنْعِ العَوَامِ مِنْ تَقْلِیْدِ الصَّحَّابَۃِ بَلْ عَلَیْھم اتباعُ الَّذِیْنَ یَسَّرُوْا وبَوَّبُوْا وھَذَّبُوا و نَقَّحُوْا وفَرَّقُوْا وَ عَلَّلُوْا وفَصَّلُوْا و عَلَیْہِ ابْتَنٰی ابْنُ الصَّلاح مَنْعِ تَقْلِیْدِ غَیْرِ الْاَئمَّۃِ۔

محققین کا اتفاق ہے کہ عوام کا تقلید صحابہ سے منع کیا جائے گا، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین کی پیروی کریں، جنہوں نے آسانی پیدا کر کے مسائل کی تبویب تہذیب تنقیح، تفریق، تعلیل اور تفصیل کی، امام ابن صلاح نے اسی کو بنیاد بنا کر غیر آئینہ کی تقلید ممنوع قرار دی۔

شرح منہاج الاصول میں ہے:

قَالَ اِمَامُ الْحَرَمَيْنِ فِي الْبُرهَانِ، اَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلٰى اَنَّ الْعَوَامَّ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَعْمَلُوْا بِمَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ بَلْ عَلَيْهِمْ اَنْ يَتَّبِعُوْا مَذَاهِبَ الْاَئِمَّةِ۔

امام حرمین برہان میں فرماتے ہیں، محققین کا اجماع ہے کہ عوام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مناسب صحابہ پر عمل کریں بلکہ ان پر لازم ہے کہ مذاہب ائمہ کی پیروی کریں۔

اس سے واضح ہوا کہ جو اس اجماع کو توڑتا ہے گمراہ ہے۔ صحابہ کرام کی عدم تقلید کی وجہ یہ ہے کہ وہ امور جہاد اور ترقی اسلام میں مشغول رہے اور احادیث وتفاسیر کی کتابیں مدون نہ کر سکے، اس کے علاوہ ان کے دل انوار رسالت سے اس قدر منور تھے۔ کہ انہیں تدوین کتب کی ضرورت نہ تھی۔ اور ہر صحابی نور رسالت کی تابانی میں راہ راست پر گامزن تھا، پھر عصر آخر اختتام کو پہنچا اور اختلافات کی بہتات ہوگئی، تو ہر ایک دوسرے کے خلاف صحابہ کرام اور تابعین عظام کی سند لینے لگا تو طالبان حق کو شدید پریشانی لاحق ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے چار صالح متقی علماء کو دین حق کی خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں کمال احتیاط کے ساتھ استنباط احکام کی صلاحیت عطا فرمائی اور مخلوق کو ان کی تقلید کے سبب صحرائے ضلالت سے ہدایت کے راستے پر ڈال دیا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

وجوب تقلید کے دلائل:

وجوب تقلید اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ارشاد پاک سے ثابت ہوتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے اولی الامر کی۔

اس آیۃ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں، اور علماء مجتہدین میں مذکورہ چار بزرگوں کا شہرہ عام ہے، اس دعویٰ کی دو شقیں ہیں:

پہلی شق یہ کہ اولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں۔

دوسری یہ کہ علمائے مجتہدین یہی چاروں آئمہ مذاہب ہیں۔

پہلی شق کا ثبوت:

پہلی شق کا ثبوت یہ ہے کہ علمائے مجتہدین کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وَلَوْ رُدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ ۸۳/۴

اگر اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے۔

مراد یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد وہ لوگ ہیں جو نصوص سے احکام مستنبط کرنے کا علم و ملکہ رکھتے ہیں، جس طرح خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لئے کہ یہ مفہوم استنباط کے لحاظ سے مسلم ہے نہ کہ حکومت کی جہت سے، کیونکہ اگر حاکم جاہل یا فاسق ہو یا کافر ہو اور امر الٰہی کے خلاف حکم دے تو اس کی اطاعت واجب نہیں، حدیث شریف میں ہے:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی فرمانبرداری نہیں۔

ایک آیت کریمہ میں ہے:

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔

اگر ماں باپ تجھ سے جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کر اس چیز کے ساتھ جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر۔

اس لیے اولی الامر سے حاکم مراد لینا مسلم نہیں، حدیث شریف میں بھی اولی الامر کے معنی کی تصریح موجود ہے، سنن دارمی کی روایت ہے:

اخبرنا لَعِلٰى حدثنا عبد المالك عن عطاء قال اولى

عطائے روایت ہے کہ اولی الامر سے مراد اہل علم وفقہ ہیں۔

اَلْاَمْرِ لِے اولی العلم و الفقہ۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں:

عَن ابی طلحۃ عَن ابن عَبَاس قَالَ اولی الْاَمْرِ اَهْلُ الفِقْهِ وَالدِّیْنَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اولی الامر اہل فقہ واہل دین ہیں۔

اسی طرح تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۳۷۵، شرح مسلم از نووی جلد دوم صفحہ ۱۲۴ اور تفسیر معالم و نیشاپور میں ہے۔ پس علماء مجتہدین کی تقلید میں قرآنی ثبوت اور اقوال علماء کے باوجود غیر مقلدین کا قول کہ خدا اور رسول کی طاعت کے بغیر کسی کی طاعت وفرمانبرداری کرنا شرک و بدعت ہے، کس قدر غلط بے معنی ہے۔

احادیث سے دلائل:

اب کچھ احادیث وجوب تقلید کے سلسلہ میں سماعت کیجئے۔

حدیث اوّل:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا:

کیف تقضی اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ جب کوئی مسئلہ آیا تو کس طرح فیصلہ کرو گے۔

عرض کیا بکتاب اللّٰہ اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر تم کو کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ ملا تو؟ عرض کیا بسنۃ رسول اللہ رسول اللہ کی سنت کے ساتھ، فرمایا اگر سنت میں نہ ملا تو کیا کرو گے؟ عرض کیا اَجْتَهِدُ برائی پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رسول بما رَضِیَ بہٖ رسول اللّٰہ صلی سب تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو اس

اللّٰه علیه وسلم، رواهُ الترمذی ابوداؤد والدارمی.

چیز کے ساتھ موافقت کرنے کی توفیق دی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولی الامر سے مراد مجتہد ہے اور اس کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔

حدیث دوم:

اَلْعِلم ثَلٰثَۃٌ اٰیَۃٌ مُحْکَمَۃٌ اَوْ سُنَّۃٌ قَائِمَۃٌ او فَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ رواہ ابو داؤد وابن ماجه

علم تین ہیں، (۱) آیت محکمہ، (۲) سنت قائمہ، (۳) فریضہ عادلہ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اس کی نظیر کتاب وسنت میں موجود ہو، یہ اجماع وقیاس کی طرف اشارہ ہے جو کتاب وسنت سے مستند ومستنبط ہیں، اس اعتبار سے ان کو کتاب وسنت کے مساوی اور معادل فرمایا اور فریضہ عادلہ سے ان کی تعبیر اس وجہ سے ہے کہ اس بات پر تنبیہ ہو کہ ان پر عمل کرنا واجب ہے، جس طرح کتاب وسنت پر عمل کرنا لازم ہے، پس حاصل حدیث یہ ہے کہ اصول دین چار ہیں کتاب وسنت اور اجماع وقیاس۔

حدیث سوم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب قاضی شریح کو قضاء کا منصب تفویض کیا تو فرمایا:

اُنْظُرْ فِیْ مُاتَبَیَّنَ لَکَ فِی کِتَابِ اللّٰهِ صَرِیْحًا فَلَاتَسْئلْ عَنْهُ اَحَدًا وَمَا لَمْ یَتَبَیَّنْ لَکَ فِی کتاب اللّٰهِ فَاتِبْع مَا فِیْهِ سنّۃُ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰه علیه وسلم وان لَمَّ یَتَبَیَّنْ لَکَ فِی السَّنَۃِ فَا جْتهد

کتاب اللہ میں موجود واضح حکم کو دیکھو مل جائے تو پھر کسی سے نہ پوچھو اور جو مسئلہ جو کتاب اللہ میں واضح نہ ہو تو اس معاملہ میں سنت رسول اللہ کی پیروی کرو، اور اگر سنت میں بھی واضح حکم نہ ملے تو اپنی رائے سے کام لو۔ (بیہقی)

فِيهِ بِرَايِكَ رواهُ البَيهقى۔

حدیث چہارم:

كَانَ ابو بكر رضى اللّٰه عنه اِذَا اُوْرِدَعَلَيْهِ الْخَصْمُ نَظَر فِي كتاب اللّٰهِ فَاِنْ وَجَدَ مَا فِيْهِ يَقْضِى بَيْنَهُمْ قَضٰى بِهٖ وَاِن لَمْ يَكُنْ فِي الْكِتَابِ وَعَلِمَ مِنْ رَسُول اللّٰهِ فِي ذٰلِكَ الْاَمْرِ فَسُنَّةٌ قَضٰى بِهٖ فَاِنْ اَعْيَاهُ خَرَجَ فَسَأَلَ الْمُسْلِمِيْنَ الى اَنْ اِذَا اجْتَمَعَ رَايُهُمْ عَلٰى اَمْرٍ قَضٰى بِهٖ (رواه الدارمی)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی مقدمہ لایا جاتا تو اس کے حل کے لیے کتاب اللہ میں غور کرتے، اگر ایسا حل مل جاتا تو فریقین کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اور اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور سنت رسول اللہ میں اس کی نظیر ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اور اگر دونوں سے حل نکالنے سے عاجز رہتے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے، پھر کسی معاملہ پر ان کی رائے ٹھہر جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔

حدیث پنجم:

كَانَ عَبدُ اللّٰهِ بن عبّاس اِذَاسُئِلَ عَنِ الْاَمْرِ فَكَانَ فِي الْقُراٰنِ اَخْرجَ بِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْقُراٰنَ وَكَانَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَخْرَجَ بهٖ فَاِن لَّمْ يَكُنْ فَعَنْ اَبِي بَكْرٍ و عُمَرَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيه اَمْرٌ بَرايِهٖ وَ فِي رِوَايَةٍ نَظَرَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ اَخَذَبِهٖ

(رواہ الدارمی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور وہ قرآن میں ہوتا تو اس کو لیتے، قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نظیر ملتی تو اس کو اختیار کرتے، اگر سنت میں بھی نہ ہوتا تو حضرت ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل دیکھتے، وہاں بھی اس کی مثال نہ ہوتی تو اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ایک اور روایت میں ہے، دیکھتے کہ اس معاملہ میں لوگوں کی کیا متفقہ رائے ہے تو اسی کو اختیار کر لیتے۔

دوسری شق کا ثبوت:

دوسری شق یہ ہے کہ مجتہدین علی الاطلاق یہی چاروں مشہور و معروف امام ہیں، اور خیر القرون سے اس زمانہ تک ساری امت کا ان چاروں کی تقلید و اطاعت پر اجماع ہے

اور حدیث:

لَا یَجْتَمَعُ اُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَۃِ اور یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر، اور جو جماعت سے الگ ہوا، جہنم میں گیا۔

اس اجماع کی صحت پر کافی دلائل ہیں۔

دوسری دلیل:

وجوب تقلید کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔

جس روز ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

قاضی بیضاوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

لے بمن انتموابہٖ مِن نبیّ اَوْ مُقَدِّمٌ فِی الدِّیْنِ۔

یعنی نبی یا دینی پیشوا کے ساتھ جن کی انہوں نے پیروی کی۔

یہی مضمون تفسیر مدارک میں ہے۔

تفسیر معالم میں ہے:

عَنْ سعید بن حیبر عَنْ ابن عباس قال بامام زمانهم الّذی دَعَا هُمْ اِلٰی ضَلَالَۃٍ اَوْهُدٰی وعَنْ سعید بن الْمُسَیَّب کل قومٍ یَجْتَمِعُوْنَ اِلٰی رئیسِهِمْ فِیْ

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگ اپنے زمانے کے امام کے ساتھ بلائیں جائیں گے جس نے ان کو گمراہی یا ہدایت کی طرف دعوت دی۔ حضرت سعید بن میبّب سے روایت ہے، کہ ہر گروہ جو خیر و شر کے

اَلْخَیْرِ وَالشرِ۔ معاملات میں اپنے رئیس کے پاس جمع ہوتا ہے (اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا)

تفسیر حسینی میں ہے:

''یا اس سے مراد وہ مقدم شخص ہے کہ جس کے مذہب کے مطابق انہوں نے اس کی متابعت کی ہوگی چنانچہ ندا آئے گی اے شافعی، اے حنفی!''

پس امت کے اختلافی مسائل میں جو شخص مقتداء اور کامل و مکمل ہو، وہ اپنے تابع شخص کا شفیع ہوگا، امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں:

''ہمارے شیخ! شیخ الاسلام ناصر الدین لقانی رحمہ اللہ کو ایک صالح شخص نے خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا جب فرشتوں نے مجھے سوال کے لئے بٹھایا تو ان کے پاس امام مالک تشریف لائے اور فرمایا کیا اس جیسے شخص سے بھی ایمان کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت ہے؟ دور ہٹو، چنانچہ مجھ سے دور ہٹ گئے۔

اسی کتاب میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔

صوفیا اور فقہاء سب اپنے مقلدین کی شفاعت کریں گے۔ وہ ہر ایک کو روح نکلنے کے وقت منکر نکیر کے سوال، حشر، نشر حساب اور صراط کے وقت دیکھتے ہیں وہ ان سے کسی جگہ غافل نہیں رہتے۔

جب مشائخ صوفیاء اپنے پیروں اور مریدوں کو دنیا و آخرت کے تمام احوال اور شدائد میں ملاحظہ کرتے ہیں تو ائمہ مذاہب جو اوتاد زمین اور اوتاد دین ہیں اور شارع علیہ السلام کی طرف سے امت پر امین ہیں کیوں اپنے مقلدین کی خبر گیری نہ کریں گے اس لئے اے بھائی! ان ائمہ میں سے کسی کی تقلید کر کے اپنے دل کو خوش اور آنکھوں کو ٹھنڈا کر۔

مطلب یہ ہے کہ روز قیامت ہر شخص کو اس کے امام کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، پس جس کا امام عالم مجتہد متورع اور متقی ہوگا وہ اپنے مقلد اور پیرو کی شفاعت کرے گا، یہ تمام اوصاف چاروں اماموں میں بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔ اس آدمی کے راستہ کی پیروی کر جو میری طرف رجوع لائے۔

اور باتفاق امت یہ تمام بزرگواران مُنِيْبِيْنَ اِلَى اللّٰه تھے اور ہم پر ان کی اتباع و تقلید واجب ہے۔

وجوب تقلید کی تیسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرِ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ جو اہل ایمان کے راستے سے الگ کسی راستے کی پیروی کرے گا تو ہم اس کو پھیر دیں گے اس راستے کی طرف جس کی طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور برا ٹھکانہ ہے۔

تفسیر کبیر جلد سوم ص ۲۷۴ میں لکھا ہے:

امام شافعی سے ایسی آیت کریمہ کے متعلق پوچھا گیا جو دلالت کرتی ہو کہ اجماع حجت ہے تو آپ نے تین سو بار قرآن حکیم کو پڑھا یہاں تک اس مطلب پر دلالت کرنے والی یہ آیت کریمہ پائی، تقریر استدلال اس طرح ہے کہ غیر سبیل المومنین کی اتباع حرام ہے اس لیے ضروری ہے کہ سبیل المومنین کی اتباع واجب ہو۔ تفسیر مدارک میں اس آیت کے نیچے تحریر ہے:

وَهُوَ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْاِجْمَاعَ حُجَّةٌ لَا يَجُوْزُ مُخَالَفَتُهَا كَمَا لَا يَجُوْزُ مُخَالَفَةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جس طرح کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کا مفہوم لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

وَالْاٰيَةُ تَدُلُّ عَلٰى حُرْمَةِ مُخَالَفَةِ الاجماع۔ آیت دلالت کرتی ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے۔

آگے فرمایا:

اِذَا كَانَ اِتِّبَاعُ غَيْرِ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُحَرَّمًا كَانَ اِتِّبَاعُ سَبِيْلِهِمْ وَاجِبًا۔	جب غیر سبیل المومنین کی اتباع حرام ہے تو سبیل المومنین کی اتباع واجب ٹھہری۔

یہی وجہ ہے کہ علماء وصلحاء امت نے تقلید کو واجب اور غیر مقلدیت کو سخت گناہ لکھا ہے۔ پس ان علماء کا خلاف اس آیۃ کریمہ کے مخالف ومصادم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے (بطور نمونہ) نکالا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو۔

علمائے امت ترک تقلید کو برائی سمجھتے اور اس سے منع فرماتے ہیں، پس جو کوئی ترک تقلید کو جائز سمجھے اور قول علماء کے خلاف چلے وہ آیت کریمہ کا منکر ہوگا۔

ایک اعتراض:

اگر یہ کہیں کہ غیر مقلدین کے گروہ مثلاً وہابیہ اور نیچریہ بھی جماعت مسلمین ہیں ان کی اتباع کافی ہے۔

جواب: ہم اس دعویٰ کے جواب میں کہیں گے کہ اس فرقہ کے علماء نے چار اصول دین میں سے دو کو بزعم خود لے لیا اور دو کو چھوڑ دیا اس طرح وہ اسلام کے سواد اعظم سے نکل گئے اور اہل سنت وجماعت سے دور جا پڑے پس دوزخ سے نجات کے لئے ان کی اتباع کافی نہیں، ورنہ تمام خواہش پرست گروہ مثل رافضی، خارجی معتزلی جبری اور قدری یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اپنے مذہب کے علماء کے تابع ہیں، اس لئے غیر مقلدین کا جو جواب ان گمراہ فرقوں کے لئے ہوگا وہی جواب مقلدین کا غیر مقلدین کے رد میں ہے۔

وجوب تقلید کی چوتھی دلیل:

ارشاد ربانی ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اهل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

اس آیت کریمہ میں تین باتیں غور طلب ہیں۔

(۱) سوال کرنا، (۲) اہل ذکر سے سوال کرنا نہ کہ ہر کس و ناکس سے سوال کرتا، (۳) جہالت اور عدم آگاہی کے وقت سوال کرنا۔

اس کی تفصیل ہے کہ جس کو قرآن وحدیث سے مسئلہ دستیاب نہ ہو اس پر لازم ہے کہا اپنے مذہب کے مجتہد سے سوال کرے، پھر جو سوال کرے اور جواب پا کر مجتہد کے قول پر عمل پیرا ہو تو مستقلاً ثابت ہوگا۔ یا وہ سوال نہ کرے یا قول مجتہد پر عمل نہ کرے تو غیر مقلد ٹھہرے گا اہل ذکر کون ہیں؟ باقی یہ مسئلہ تنقیح طلب ہے کہ اہل ذکر سے کون مراد آیا؟ امام مذہب؟ یا ہر نیم خواندہ ملا؟

اس مسئلہ میں ایک حدیث مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا، آپ فرما رہے تھے بے شک آدمی نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے حج کرتا ہے اور جہاد کے لئے نکلتا ہے مگر وہ منافق ہوتا ہے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس پر نفاق کس راستے سے داخل ہوا فرمایا:

لِطَعْنِهٖ عَلٰى امامِهٖ وامامه اَهْلُ الذكر (ابن مردويه) اپنے امام پر طعن کی وجہ سے اور اس کا امام صاحب ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہو کہ اہل ذکر سے مراد صاحب امر ہے، جس کا دلیل اول میں ذکر ہو چکا، کہ اولی الامر صحیح قول پر علمائے راسخین اور امامان مذاہب اربعہ ہیں۔ ان کی

شان میں آیات:

وما یذکر الا اولوالالباب اِنَّمَا یتذکر اولُوالاَ لبَاب فاعتبروا یا اولی الابصار۔ | نصیحت نہیں پکڑتے مگر اہل دانش صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں آنکھ والو عبرت سے کام لو۔

صادق آتی ہیں نہ کہ وہ جو فارسی اور اردو کی چند سطریں پڑھ لیں اور کوچہ زہد و تقویٰ سے نابلد علمائے راسخین کی راہ سے بے خبر، اپنی رائے سے قرآن و احادیث کی تفسیر کرنے لگیں، حدیث میں ہے۔

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی) | جو علم کے بغیر قرآن حکیم کی تفسیر کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

ایک اور حدیث ہے:

اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ روسًا جُهَالًا فَسَئَلُوْا فَاَفْتَوا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ اَضَلُّوا (متفق علیہ) | جب عالم نہ رہے گا تو لوگ جہلا کو اپنے سردار بنالیں گے پس ان سے پوچھیں گے تو وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے اور خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

یہ لوگ ان احادیث کے مصداق ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ ہم ایک سفر میں نکلے تو ہم میں سے ایک شخص کے سر پر پتھر لگا اور وہ زخمی ہوگیا۔ بعد ازاں اس کو احتلام ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا میرے لئے تیمم کی رخصت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ تم پانی پر قدرت رکھتے ہو اس لئے ہم تمہارے لئے رخصت نہیں پاتے، چنانچہ اس نے غسل کیا تو اس کی موت واقع ہوگئی۔ پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

تو سارا قصہ بیان کیا آپ نے سن کر فرمایا:

قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَأَلُوْا اِذَالَمْ يَعَلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السَّوَالُ۔

اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا اللہ انہیں قتل کرے انہیں مسئلہ کا علم نہ تھا تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا کیونکہ عدم آگاہی اور عجز کے اس مرض کا علاج تو سوال ہی ہے۔

دیکھئے صحابہ کرام مجتہدین صحابہ کرام سے پوچھے بغیر فتویٰ دے کر اس قدرت عتاب کے مستحق ہوئے کہ حضور نے ان کے لیے قتلھم اللہ ارشاد فرمایا پس اس زمانہ کے نیم خواندہ لوگوں کی حالت پر افسوس کہ علمائے راسخین کے اقوال چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن و حدیث کی تفسیر کرتے اور عوام الناس کا ایمان برباد کرتے ہیں ان کو تو دین کا رہزن کہنا زیادہ مناسب ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برے عقیدے سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابن سیرین سے روایت ہے:

اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔

بے شک (قرآن وحدیث کا) یہ علم دین ہی دیکھو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟

(مسلم، دارمی)

جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فتویٰ نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے۔

لَا تَسْأَلُوْنِيْ مَادَامَ هٰذَا الْحِبْرُ فِيْكُمْ۔ (مشکوٰۃ)

جب تک یہ عالم (حضرت عبداللہ) تمہارے درمیان موجود ہیں مجھ سے دینی مسائل نہ پوچھو۔

وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری سے زیادہ بڑے فقیہ تھے۔

حضرت امام شافعی اپنی جلالت قدر کے باوجود جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے تو نماز فجر میں قنوت اور نماز میں رفع یدین ترک کر دیتے کسی

نے اس پر سوال کیا تو فرمایا:

اَدَبُنَا مَعَ ھٰذَا الْاِمَامِ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ نَظْهَرَ خِلَافَه بِحَضْرَتِهٖ (مرقاۃ شرح مشکواۃ)

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب واقرار اس سے کہیں زیادہ ہے کہ ان کی بارگاہ میں مخالفت کا اظہار کریں۔

یہ ہے امام اعظم کی عظمت وشوکت، کیا کیا جائے کہ اس عظمت وشوکت کو جاننے کے لئے امام شافعی جیسا مرد چاہئے۔ جو آپ کو قبر میں زندہ جان کر آپ کے حضور اپنے مذہب پر عمل نہیں کرتے۔

ہاں ان نیک مردوں کو تفقہ فی الدین بتمامہ حاصل تھا، اور وہ اس حدیث کے مصداق تھے۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

اس لئے شرع شریف کے احکام فقیہ کامل اور مجتہد مذہب سے پوچھے جائیں نہ کہ اہل حدیث اور اہل تفسیر سے کہ بموجب کل میسر لما خلق له۔

ہر ایک کو کسی خاص کام کے لئے تیار کرتے ہیں۔ ائمہ حدیث تصحیح احادیث اور تنقید رواۃ کے ذمہ دار ہیں اور علمائے تفسیر قرآن حکیم کے معانی بیان کرنے پر مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کو ہماری طرف سے نیک جزا دے کیونکہ انہوں نے اپنی ذمہ داری نبھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔

فقہاء مجتہدین کا کام ہے کہ وہ قرآن واحادیث کی نصوص سے احکام کا استخراج کرتے ہیں، انہوں نے اس منصب کو پایہ کمال تک پہنچایا اور وفور علم اور کمال تقویٰ کے ذریعے ہم دور افتادگان کے لئے راہ آسان کر دی، متناقض نصوص کے درمیان مطابقت پیدا کی، محکم کو ماؤل سے شناخت کیا، موخر کو مقدم سے اور ناسخ کو منسوخ سے ممیّز کیا۔ اسی وجہ سے شرق و غرب اور جنوب وشمال کی ساری امت مرحومہ نے ان ائمہ کی تقلید کو دل وجان سے پسند کیا اور ان مقتداؤں کی حاشیہ برداری کو اپنی سعادت سمجھا، علماء، فضلاء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء

اقطاب، اوتاد، اور جملہ طالبان راہ حق اور عاشقان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ان شہسواران میدان شریعت کے حوالے کیا۔ جب ان محدثین ومفسرین ومجتہدین کے مفردات اقوال بہم ملے تو اس معجون کا نام شریعت محمدی ہوا، اس لئے ہم کم علموں اور دور افتادوں کے لئے ان اماموں کی اقتداء واجب ہے، اور راہ نجات یہی ہے یا خواہش نفسانی کے بموجب قرآن شریف کی تفسیر کو اپنی رائے کا بازیچہ بنانا، اور احادیث نبویہ کی تشریح اپنی فاسد رائے سے کرنا راہ نجات ہے، ہرگز نہیں بخدا مقتدایان دین کی پیروی راہ نجات ہے۔

اولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہٖ — یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا اس لئے ان کی ہدایت کی اقتداء کر۔

سوال: اگر غیر مقلدین کہیں مان لیا کہ اولی الامر سے مراد مجتہدان مذاہب ہیں اور اہل ذکر ہیں جن کی تقلید واطاعت کے ہم مامور ہیں، مگر کسی خاص شخص کی تقلید یا سب کی تقلید کہاں سے معلوم ہوگی؟ بلکہ ہمارا عمل اگر ان چاروں کی تقلید سے باہر نہ ہو تو تقلید کے لئے کافی ہوگا۔

جواب: ہم کہتے ہیں، دو یا تین چار ائمہ کی تقلید ممکن نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فروعی احکام میں ان مجتہدین کا اختلاف بہت ہے، ایک فعل کو کسی امام نے واجب قرار دیا تو دوسرے نے حرام کہا مثلاً امام اعظم کے نزدیک خون کا نکلنا ناقض وضو ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک ناقض نہیں، عورت کو چھونا امام شافعی کے نزدیک ناقض وضو ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقض وضو نہیں، اسی طرح کے اختلافات امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے ساتھ ہیں۔ پس اگر امام اعظم کے قول کے مطابق عمل کرے گا تو دیگر آئمہ کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور اگر دیگر آئمہ کی پیروی کرے گا تو امام اعظم کی مخالفت ہوگی پس اختلافی مسائل میں چاروں اماموں کی تقلید ممکن نہیں، یہی معاملہ ہے دیگر تینوں اماموں کا، اور سوائے ایک امام کی تقلید کے بغیر کوئی صورت تقلید نہیں، اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔

ایک اور سوال: اگر کہیں کہ بعض مسائل میں ایک امام کی، بعض میں دوسرے کی اور کچھ میں

تیسرے کی یونہی چند مسائل میں چوتھے کی تقلید کرلیں تو ہم دائرہ تقلید سے باہر نہ نکلیں گے۔

جواب: ہم کہتے ہیں یہ تو دین میں تماشا ہوا، اور وہ حرام وممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے۔

''منافق کی مثال عائرہ (نر کی خواہش مند) بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان بھاگتی ہے کبھی اس طرف کبھی اس طرف۔ (مسلم)

دوسری حدیث ہے:

بدترین آدمی وہ ہے جس کے دو رخ ہوں، ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آئے اور ان کے پاس دوسرے رخ سے، (بخاری)

ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی صادق آتا ہے:

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یُضِلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا۔

نسیٔ کفر میں زیادتی کا نام ہے اس سے کافروں کو گمراہ کرتا ہے وہ ایک سال اس کو حلال کرلیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔

ہمارے زمانے کے خلافتی مولویوں کی یہی حالت ہے، دو سال پہلے ولایتی کپڑے پہننا اور حکومتی منصب حاصل کرنا ان کے نزدیک حرام تھا اور اب وہ سب حلال ہیں، اور اس پر عمل کرتے ہیں پہلے افغانستان کی طرف ہجرت کو فرض کہتے تھے جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ بے خانماں اور برباد ہوگئے اب چھ ماہ کے بعد یہ ہجرت حرام ہوگئی ہے، اسی پر دیگر مسائل کو قیاس کرلیجئے یہ دین میں تلاعب نہیں تو اور کیا ہے؟

نوٹ: تحریک ہجرت کے جذباتی اقدام سے مسلمانان ہند کو جو نقصان پہنچا، اس کی نشاندہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی نے اپنے بصیرت افروز ارشادات میں فرمادی تھی مگر ظاہر بین اس کو انگریز کی وفاداری سے تعبیر کر کے حقیقت کا منہ چڑا رہے تھے اب جبکہ جذبات کا ریلا گزر گیا اور پروپیگنڈے کی دھول بیٹھ گئی ہے معاصر مورخین اس جذباتی اقدام کو نتائج کے اعتبار سے غلط قرار دے رہے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی بصیرت کو خراج عقیدت پیش کررہے ہیں۔ (محمد اعجاز جنجوعہ)

وجوب تقلید میں علماء کی عبارات

شیخ ابن الہمام تحریر الاصول میں شیخ ابن حاجب مختصر الاصول میں اور صاحب درمختار، درمختار میں بالفاظ متقاربہ لکھتے ہیں۔

اَنَّ الرَّجُوع عَنِ التقليد بعد العمل مَمْنُوْعٌ بِالْاِتِّفَاق.	عمل کے بعد تقلید سے پھرنا بالاتفاق ممنوع ہے۔

صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں۔

تو جب على مقلدابى حنيفة العمل به ولا يجوز له العمل بقول غيره كما نَقَل الشَّيْخ قاسم فِي تَصْحِيحِه عن جميع الاصوليين انه لَا يَصِح الرَّجوع عَنِ التَقْلِيْد بَعْد الْعَمَلِ بِالْاِتفاق.	مقلد امام ابی حنیفہ پر آپ کے قول کے مطابق عمل کرنا واجب ہے دوسرے کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جیسا کہ شیخ قاسم نے تمام اصولوں سے اس قول کی تصحیح نقل کی کہ عمل کے بعد تقلید سے پھرنا جائز نہیں۔

مسلم الثبوت میں عبدالبر مالکی سے منقول ہے۔

اَنَّ تَتَّبُعَ رُخَصِ الْمَذَاهِبِ غَيْرُ جَائِزٍ بِالْاِجْمَاعِ.	مختلف مذاہب کی رخصتوں کی تلاش میں پڑنا بالاجماع ناجائز ہے۔

مجمع البحار میں لکھتے ہیں:

لٰكِنْ مَنَعهُ الْاُصُوْلِيُّوْنَ لِلْمَصْلِحَةِ وَ حُكِيَ عَن بعض الْاَئِمَّة اَنَّ مَنْ اخْتَارَ مِنْ كُلِّ مَذْهَبٍ مَاهُوَ اَهْوَنَ يُفَسَّقُ	علمائے اصول نے اس بات سے منع کیا، بعض آئمہ سے منقول ہے کہ جو ہر مذہب کی آسان باتوں کی تلاش میں رہے اس کو فاسق قرار دیا جائے گا۔

امام شعرانی میزان میں تحریر فرماتے ہیں:

سمعت عليا الخواص رحمة الله عليه يقول امر علماء الشريعة بالتنزام مَذْهَبَ مُعَيَّنَ تَقْرِيْبًا للطريق۔

میں نے حضرت علی الخواص کوفرماتے سنا کہ علمائے شریعت نے قرب راہ کے لئے التزام مذہب معین کا حکم دیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انصاف میں لکھتے ہیں:

بَعْدَ الْمَائتين ظهر فِيْهِمْ التمذهب للمجتَهِدِيْنَ بِاَعْيَانِهِمْ وَقَلَّ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى مَذْهب مُجتَهِدٍ بِعَيْنِهٖ وَكَانَ هٰذَا هو الواجِبُ فِي ذلك الزمان (انتهى)

دوسوسال کے بعد مسلمانوں میں ائمہ مذاہب کی تقلید ظاہر ہوئی اور کم ہی کوئی رہا جس کوکسی خاص مجتہد کے مذہب سے وابستگی نہ ہواور یہ اس زمانہ میں واجب تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ چونکہ خیر القرون کے متصل زمانے میں تقلید واجب تھی اس لئے اس زمانہ میں تو بطریق اولیٰ واجب ہے، ملا علی قاری رسالہ تشیع الفقہاء میں لکھتے ہیں:

بَل وَجَبَ عَلَيْه اَنْ يُعَيّن مَذْهَبًا من هٰذه المذاهب

عامی پر واجب ہے کہ وہ ان مذاہب چہارگانہ میں سے کسی خاص مذہب کی تقلید کرے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

اِذَا الْتَزَمَ مَذْهَبًا يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَدُوم عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا يَتَنَقَّلُ عَنْهُ اِلٰى مَذْهَبٍ اٰخرٍ۔

جب کسی خاص مذہب کا التزام کرلیا تواس پر واجب ہے کہ اس پر قائم رہے اور دوسرے مذہب کی طرف منتقل نہ ہو۔

شیخ ابن الھمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

فَبِهٰذَا ظَهَرَ اَنَّ الصَّوابَ مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ ابُوحَنِيْفَةَ وَاَنَّ الْعَمْل على الْمُقَلِّدِ وَاجِبٌ وَالْاِفْتَاءُ بِغَيْرِهٖ لَا

اس سے ظاہر ہوا کہ صحیح وہ ہے جس کی طرف امام ابو حنیفہ گئے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور مفتیان کے لیے قول امام کے غیر پر

يَجُوْزُ لَهُمْ۔	فتویٰ دینا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

حَنْفِیٌ اِرْتَحَلَ اِلٰی مَذْهَبِ الشَّافِعِی يُعَزَّرُ كذافِي جواهر الاخلاطي	حنفی جب مذہب شافعی کی طرف چلا جائے تو اس کو تعزیر کی جائے جواہر افلاطی میں اسی طرح ہے۔

شرح اشباہ میں ہے:

وَ فِي الْفَتْحِ قَالُوْا اَنَّ الْمُنْتَقِلَ مِنْ مَذْهَبٍ اِلٰی مَذْهَبٍ بِالْاِجْتِهَادِ وَالْبُرْهَانِ اٰثِمٌ فَيَسْتَوْجِبُ التَّعْزِيْرَ فَبِلا اِجْتِهَادٍ وَ بُرهَانٍ اَوْلٰى۔	فتح القدیر میں ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اجتہاد اور دلیل کے ساتھ ایک مذہب ہے دوسرے مذہب کی طرف جانے والا گناہ گار ہے اور لائق تعزیر ہے، تو جو بغیر دلیل و اجتہاد کے مذہب تبدیل کرے وہ تو بطریق اولیٰ گناہ گار اور مستوجب تعزیر ہوگا۔

قہستانی نقایہ شرح ہدایہ کی کتاب القضاء میں لکھتے ہیں:

قال ابو بكر الرازی لوقضى بخلاف مذهبه مع العلم لَمْ يَجُزْ فِي قَولِهِمْ جَمِيْعًا۔	ابو بکر رازی فرماتے ہیں اگر دانستہ اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو بالاتفاق جائز نہ ہوگا۔

شرح مسلم الثبوت ص۶۲۲ میں ہے:

غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَو كَانَ عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَقْلِيْدُ لِمُجتَهِدٍ۔	مجتہد مطلق کے علاوہ شخص خواہ عالم ہو، کے لئے مجتہد کی تقلید لازم ہے۔

امام شعرانی میزان کے صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں:

فَاِنْ قُلْتَ فَهَلْ يَجِبُ عَلٰى الْمَحْجُوبِ عَنِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى الْعَيْنِ الاولٰى للشريعة التقليد	اگر تم کہو کہ کیا عین شریعت سے آگاہی نہ رکھنے والے کو کسی مذہب معین کی تقلید واجب ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں

بِمَذهب مَعين قالجواب يَجِبُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَضِلَّ نَفْسَهٗ وَيُضِلَّ غَيْرَہٗ۔

واجب ہے تا کہ وہ خود گمراہ نہ ہو اور دوسروں کو گمراہ نہ کرے۔

ردالمختار جلد چہارم میں ہے:

لَيْسَ لِلْعَامِيِّ اَنْ يَّتَحَوَّلَ مِنْ مَذْهَبٍ وَيَسْتَوِي فِيْهِ الْحَنَفِي وَالشَّافِعِيُّ

عامی کو اجازت نہیں کہ وہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے اس میں حنفی اور شافعی برابر ہیں۔

مؤلف رسالہ کہتا ہے، اس عبارت میں عامی، مجتہد کے مقابلہ میں آیا ہے جیسا کہ اوپر کی عبارات سے ظاہر ہے ملاعلی قاری شرح عین العلم میں لکھتے ہیں۔

فَلَوِ الْتَزَمَ اَحَدٌ مَذْهَبًا كَابِي حنيفة والشافِعِيَ فَلَا يُقلِدُ غيره في مسئلة مِنَ الْمَسائل۔

اگر کوئی کسی خاص مذہب مثلاً مذہب حنفی یا مذہب شافعی سے وابستہ ہو جائے پھر اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی مسئلہ میں دوسرے مذہب کی تقلید کرے۔

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

اِذالَمْ يَجْتَمِعْ اٰلاتُ الْاِجْتِهَادِ لَا يَجُوزُ لَهٗ الْعمل عَلَى الْحَدِيْث بِخَلَافِ مَذهبه لانه لَا يُدرى اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ مَوْلٌ اومُحْكَمٌ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَمَالَ اِلٰى هٰذَا قَوْلِ ابن حَاجِبٍ فِي مُخْتَصِرِهٖ وَتَابعوهٗ۔

جب آدمی میں شرائط اجتہاد جمع نہ ہوں تو اس کے لئے اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس کو معلوم نہیں کہ وہ حدیث منسوخ ہے یا اپنے ظاہر پر محکم ہے اس قول کی طرف ابن حاجب مختصر میں اور اس کے تابعین گئے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رسالہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:

عَرَّفَنِي رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الْمَذْهَبَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آگاہی عطا فرمائی کہ مذہب حنفی ایک عمدہ راستہ ہے جو

اَلْحَنفی طریقۃٌ اَنِیقَۃٌ وَ ھِیَ اوفَقُ الطَّرُقِ بِالسّنۃ الْمَعْرُوفَۃِ الَّتِی جمعت و نُقحَتْ فِی زَمَانِ الْبَخَارَی وَاصحابہٖ۔ — تمام راستوں سے زیادہ سنت معروفہ کے موافق ہے جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے زمانہ میں جمع ہوئی اور اس کی تنقیح کی گئی۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ:

''حضرت یحیٰی معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم کی زیارت کی۔'' تو عرض کیا:

اَیْنَ اَطْلُبُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ؟ — یارسول اللہ! آپ کو کہاں تلاش کروں۔

قَالَ عِنْدَ عِلْمِ اَبِیْ حنیفۃ — فرمایا: ابوحنیفہ کے علم کے پاس۔

صاحب تحریر اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

لَا یرجعِ عماقَلَّد فیہ (ای عمل بہ) اتفاقاً — مقلد تقلیدی مسائل میں بالاتفاق اپنے طرز عمل سے نہیں پھرے گا۔

مولانا عبدالسلام جوہرہ میں کہتے ہیں:

انعقدالاجماع علیٰ ان مَن قَلَّدَ فِی الفروع و مسائل الاجتہاد واحداً من ھٰؤُلَاءِ بری من عھدۃ التکلیف بہ فیما قلد فیہ۔ — اس بات پر اجتماع منعقد ہے کہ جس نے فروعی اور اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کی تو ان مسائل میں وہ شرعی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رسالہ بداؤ معاد میں فرماتے ہیں:

''آخرالامر اللہ تعالیٰ نے رعایت مذہب کی برکت سے، تو ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب کو اختیار کرنا الحاد ہے، ترک قرآت ماموم کے مسئلہ میں حنفی مذہب کی حقانیت ظاہر کی۔'' الی آخرہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں آیت لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا کے تحت لکھتے ہیں:

''وہ لوگ جن کی اطاعت دنیا میں بحکم خدا فرض ہے چھ گروہ ہیں، ان میں سے مجتہدان شریعت اور مشائخ طریقت ہیں۔''

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب کیمیائے سعادت کی بحث آداب الامر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اپنے فقہی مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

''اب خانہ شریعت ان چار مذاہب سے عبارت ہے جو کوئی ان میں سے کسی راہ کو اختیار کرے اور کسی دہلیز سے وابستہ ہو جائے تو وہ حق سے وابستہ ہو گیا۔ کیونکہ کوئی اور راستہ اور دروازہ اختیار کرنا عبث اور لہو میں پڑنا ہے اور کارخانہ عمل کو ضبط و ربط سے باہر نکالنا اور راہ مصلحت سے دور جا پڑنا ہے۔''

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

''علماء کا اتفاق ہے کہ تعیین مذہب اس زمانے میں قرین مصلحت اور ضروری ہے اور دینی و دنیوی کاموں میں ربط و ضبط اسی صورت میں ممکن ہے، شروع میں اختیار ہے کہ لوگ کسی ایک مذہب کو اختیار کریں اس کے بعد ان کا دوسری طرف جانا اعمال و اقوال میں سوئے ظن تفرق اور اختلاف کا موجب ہو گا۔ متاخرین علماء کا یہی فیصلہ ہے اور یہی مختار ہے اور اسی میں بھلائی ہے۔

امام قہستانی شرح وقایہ میں کتاب الاشربہ سے ذرا پہلے فرماتے ہیں:

''جو لوگ حق کو متعدد قرار دیتے ہیں مثلاً معتزلہ وہ عامی کے لیے ہر مذہب سے حسب خواہش مسئلہ اخذ کرنے کا اختیار ثابت کرتے ہیں اور جو حق کو ایک ہی قرار دیتے ہیں مثلاً ہمارے علماء، وہ عامی کے لئے کسی خاص امام کی تقلید لازم قرار دیتے ہیں، جیسا کہ کشف میں ہے پس اگر ہر مذہب سے مباح جان کر اخذ کرے گا تو فاسق ہو جائے گا، یہ فقیہ سعید ابن مسعود کی شرح طحاوی میں ہے۔''

ایک سوال: مان لیا کہ تلفیق مذاہب تلاعب فی الدین ہے، اور جو کوئی کسی ایک مذہب واجب التقلید سے وابستہ ہو جائے تو اس کو دوسرا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں، لیکن کسی مذہب خاص کا التزام کرنا اور اس کو دوسرے مذاہب سے زیادہ لائق اتباع سمجھا ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہم احناف اپنے مذہب کو احق بالاتباع جانتے ہیں اور یہ ترجیح بلا مرجح نہیں بلکہ اس ترجیح کا مرجح موجود ہے۔

مذہب حنیفہ کی ترجیح کی وجوہ:

پہلی وجہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ تمام امامان مذاہب سے اعلم، اقدم افقہ اورع تھے یعنی علم فقہ اور ورع میں سب سے بڑھ کر تھے اور زمانہ کے اعتبار سے دوسروں سے مقدم تھے۔ امام شعرانی رحمہ اللہ مذہباً شافعی ہیں مگر امام اعظم کے اوصاف نہایت انصاف کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں:

لَایَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ الْاِعْتَرَاضَ عَلَیْہِ (ای علی الی حنیفۃ) لکونہٖ من اجلّ الائمۃ واقدمھم تَدوِیْنًا لِلْمَذْھَبِ وَاَقْرَبُھُمْ سَنَدًا اِلَی النَّبِیّ صَلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ مُشَاھِدًا لِفِعْلِ اَکَابِر التَّابِعِیْنَ وَکَانَ مُتَقَیِّدًا بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَ مَتَبَرِّئًا مِنَ الرَّایِٔ۔

کسی کو حضرت امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرنے کا حق نہیں کیونکہ آپ دیگر ائمہ سے امتیازی شان رکھتے ہیں تدوین مذہب کے لحاظ سے مقدم ہیں، سند کے اعتبار سے حضور کے زیادہ قریب ہیں، آپ نے اکابر تابعین کے افعال کا مشاہدہ کیا۔ کتاب وسنت سے وابستہ اور دین میں رائے زنی سے پاک تھے۔

مؤلف رسالہ عرض پرواز ہے کہ:

''امام شعرانی جیسے شخص جنہیں علمائے ربانی میں شمار کیا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ کو مبراً امن الرائے لکھتے ہیں جبکہ بعض اہل حدیث آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب الرائے کا نام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے اور ان کی اکابر دین کے حق میں گستاخانہ

جسارت پر مسامحت سے کام لے۔

حضرت شیخ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مناقب امام ابوحنیفہ میں ایک جداگانہ کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے خیرات الحسان فی مناقب النعمان یہ بہت مشہور و معروف کتاب ہے۔

حضرت سید ابن عابدین حنفی ردالمختار میں لکھتے ہیں:

''مناقب امام ابوحنیفہ کے ثبوت کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ آپ کا فقہی مذہب خوب پھیلا، آپ کے ہر قول کو ائمہ اعلام نے اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک حکام اسلام کو آپ کا پیرو کیا اور بہ کثرت اولیائے کرام نے آپ کی اتباع کی الخ یہ عامہ بلادِ اسلامیہ میں ہوا، بلکہ بہت سے ایسے ممالک اور خطے ہیں جہاں آپ کے فقہی مذہب کے علاوہ کسی مذہب کا نام ونشان نہیں مثلاً بلاد روم، ہندوستان، سندھ، ماوراء النہر اور سمرقند وغیرہ۔

عباسی خلافت کا سرکاری مذہب دراصل ان کے جد امجد حضرت ابن عباس کا مذہب تھا مگر اس کے اکثر قاضی حنفی تھے یہ کتب تواریخ کی ورق گردانی سے ظاہر ہے اور عباسیوں کی خلافت تقریباً پانچ سو سال قائم رہی، سلجوقی حکمران اور ان کے بعد خوارزمی سلطان سب کے سب حنفی تھے۔ اور ان کے ملکوں کے زیادہ تر قاضی بھی حنفی تھے۔ الخ۔

علامہ محمد طاہر حنفی مجمع البحار میں فرماتے ہیں:

وَيَدُل عَلَيْهِ مَا يَسَّرَاللّٰه لَهٗ مِنَ الذِكْرِ الْمُنْشِرَ فِى الْاٰفَاقِ فَلَولَمْ يَكُنْ لِلّٰهِ تَعَالىٰ سِرٌّ فِيْهِ لَمَا جَمَع شطر الاسلام عَلٰے تقليده۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی عظمت شان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا شہرہ آفاق میں پھیلا دیا اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا مخفی راز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسلامی دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ آپ کی تقلید پر جمع نہ کرتا۔

ملا علی قاری ہروی اپنے رسالہ ردقفال میں تحریر کرتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ کے مقلدین کی تعداد تمام بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے بڑھ رہی ہے، خصوصاً بلادِ روم، ماوراء النہر، ہندوستان، سندھ خراسان اور عراق میں، بلادِ عرب میں بھی ان

کی بہت بڑی تعداد ہے، میرا خیال ہے کہ وہ دو تہائی مسلمانوں کے برابر ہیں بلکہ مہندسین کے نزدیک ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے ہر زمان و مکان کے حکمران وسلاطین بھی مذہب حنیفہ سے وابستہ رہے ہیں۔''

حضرت امام ربانی قطب دورانی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال حضرت امام اعظم کوفی کے حال کی طرح ہے، حضرت امام نے اپنے ورع وتقویٰ کی برکت اور متابعت سنت کی بدولت اجتہاد واستنباط مسائل میں ایسا بلند مرتبہ پایا ہے کہ دوسرے اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اور آپ کے اجتہادات کو بوجہ دقت معانی کتاب وسنت کے خلاف گمان کرنے لگے، اور اسی وجہ سے آپ کو اہل الرائے قرار دینے لگے، یہ سب کچھ اس بناء پر ہوا کہ لوگ آپ کے علم کی حقیقت اور درایت تک نہ پہنچ سکے اور آپ کی فہم وفراست پر اطلاع نہ پا سکے۔ مگر امام شافعی آپ کی فقہاہت کا راز پا گئے اور پکار اٹھے۔

اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عيالُ اَبِي حنيفة فِي اَلْفِقهِ۔ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند　　روبہ از حیلہ چساں بگسلا ایں سلسلہ را

سارے جہاں کے شیر اس زنجیر سے بندھے ہیں بھلا لومڑی اپنی چالاکی سے اس زنجیر کو کیسے توڑے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو مناسبت حضرت امام اعظم کو ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ نے فصول ستہ میں تحریر فرمایا ہو کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام اعظم کے مذہب پر عمل کریں گے۔'' (مکتوب نمبر ۵۵ دفتر دوم)

الغرض امت کے اکثر علماء وصلحاء مذہب حنفی کے مقلدین ہیں، اور غیر مقلدین ایسے فرد کامل وعالم وعامل کی شان میں یاوہ گوئی کرتے ہیں اور مقلدین مذاہب پر کفر کا حکم لگاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ کتب فقہ کے مطالعہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اس گروہ کی کتابوں مثلاً الجرح

علی ابی حنیفہ اور بوئے غسلین وغیرہ میں بہت صراحت کے ساتھ ایسی گالی گلوچ تحریر ہے، معلوم نہیں ان کم نصیبوں کو امام اعظم مکرم کے ساتھ کیا دشمنی ہے؟ حقیقت میں ان کی امام کے ساتھ دشمنی امت محمدیہ کے بہت بڑے حصہ کے ساتھ دشمنی ہے۔

راقم السطور عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس اصل چہارم کی اکثر روایات مولانا محبوب احمد نقش بندی مجددی امرتسری کی کتاب ''کتاب المجید فی وجوب التقلید'' سے منقول ہیں، اب کچھ حصہ مسند کبیر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جمع کردہ شیخ عالم محمد بن محمود الخوارزمی، سے ذکر کیا جاتا ہے۔ شیخ موصوف کتاب کے دیباچہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باب اوّل امام اعظم کے منفرد فضائل

امام اعظم کے مناقب وفضائل بے حد بے حساب ہیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ لیکن آپ کے خاص فضائل جن میں کوئی اور امام شریک نہیں دس انواع پر مشتمل ہیں۔

۱۔ امام اعظم کی شان میں مروی اخبار وآثار۔

۲۔ دورِ صحابہ اور خیر القرون میں آپ کی پیدائش

۳۔ صحابہ کرام سے روایت حدیث

۴۔ عہد تابعین میں آپ کا علمی شہرہ

۵۔ کبار تابعین اور علمائے مسلمین کا آپ سے روایت کرنا

۶۔ آپ کا چار ہزار تابعین وتبع تابعین سے شرف تلمذ اور علمی استفادہ

۷۔ آپ سے عظیم مجتہدین کا اتفاق

۸۔ آپ نے سب سے پہلے استنباط احکام اور قواعد اجتہاد کی بنیاد ڈالی۔

۹۔ آپ نے خلفاء و حکام سے عطیے قبول نہ کیئے بلکہ اپنی حلال کی کمائی سے جماعات فقہاء پر خرچ کیا۔

۱۰۔ دنیا اور اس کی جاہ و منزلت سے کنارہ کشی کے باعث منصب شہادت پر فائز ہونا۔

نوع اوّل امام اعظم کی شان میں مروی اخبار وآثار

صدر کبیر شرف الدین احمد بن موید بن موفق بن احمد مکی بحوالہ علا ابو موید موفق بن احمد مکی، الشیخ الزاہد محمد بن اسحاق سراجی خوارزمی، ابوحفص عمر بن احمد کرابیسی، امام ابوالفضل محمد بن حسن ناصحی وغیرہ حضرت ابوسلمہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَكُوْنُ فِي اُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حَنِيْفَةَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے ابوحنیفہ کہیں گے وہ روز قیامت میری امت کا چراغ ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے فرمایا:

يَكُوْنُ فِي اُمَّتِيْ رَجُلٌ اِسْمُهٗ نُعْمَان وَ كنيتهٗ ابو حنيفة هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِيْ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِيْ

میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ میری امت کا چراغ ہوگا، وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔

خوارزمی ہی کی سند سے ہے ابان بن ابی عیاش حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَاْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ النَعْمَانِ بن ثابت و يكنى اَبَا حنيفة ليحيين دِيْنَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ عَلٰى يَدَيْهِ۔

عنقریب میرے بعد ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔

ایسی ہی ایک روایت بنس خوارزمی عن نافع عن ابن عمر مروی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے سنا:

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِرَجُلٍ مِن كُوْفَانِ مِنْ بَلَدِكُمْ هٰذِهٖ اَوْمِن كُوفِكُمْ هٰذَهٖ يكنى بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ قَدمَلِئَ قَلْبُهٗ عِلْمًا وَ حِكَمًا وَ سَيَهْلِكُ بِهٖ قَوْمٌ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ الغَالِب عَلَيْهِمُ

کیا تمہیں اس تمہارے شہر کوفہ کے ایک ایسے شخص کے متعلق خبر نہ دوں جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی، اس کا دل علم وحکمت سے معمور ہو گا، عنقریب اس کی وجہ سے ایک گروہ آخری زمانے میں ہلاک ہوگا جو گالی گلوچ کا عادی ہو

التَنَابُزِیَقَالُ لَھُمْ النبانیة کما ھَلَکَتْ الرَّافِضَۃ بِاَبِیْ بَکرَ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا۔	گا اس کو نبانیہ کہا جائے گا، جس طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے رافضہ ہلاک ہوں گے۔

بعض اہل حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کے راوی مجہول الحال ہیں، ہم کہتے ہیں کہ خلف میں سے کسی کی جہالت سلف پر مدح کا سبب نہیں ہو سکتی، اگر یہ کہیں کہ یہ احادیث صحاح ستہ میں نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحاح ستہ ہی میں محدود و محصور نہیں، ان احادیث سے قطع نظر، ترمذی کی یہ حدیث حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی منقبت میں کافی ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی ھریرہ قال کنا عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین انزلت سورۃ الجمعۃ فلما بلغ واخرین منھم لما یلحقوابھم قال لہ رجل یا رسول اللّٰہ من ھولاء الذین لم یَلۡحَقُوۡا بِنَا فلم یکلمہ قال وسلمان الفارسی حینا قال فوضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان فقال والذی نفسی بیدہ لوکان الایمان بالثریا تناولہ رجال من ھولاء	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے جب سورہ جمعہ نازل ہوئی حضور و آخرین منھم پر پہنچے تو ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جو ہم سے ملحق نہیں ہوئے، تو حضور نے جواب نہ دیا، اس وقت سلمان ہم میں بیٹھے تھے پھر حضور نے دست اقدس سلمان کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو اہل فارس اس کو حاصل کر لیتے۔

دوسری روایت میں ہے:

"اگر علم ثریا پر ہوتا تو اہل فارس اس کو حاصل کر لیتے۔"

اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت امام اعظم کا نسب فارسی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اہل فارس میں کوئی شخص امام اعظم جیسا صاحب علم و اجتہاد نہیں گزرا اسی وجہ سے شیخ عبدالحق

محدث لمعات میں لکھتے ہیں:

وَلَقَدْ ظَهَرَ بَسْطَةُ الْعِلْمِ وَ الْاِجْتِهَادِ فِی التَّابِعِیْنَ مَالَمْ یَظْهَرَ فِی غَیْرِهِمْ

تابعین میں علم واجتہاد کا جو کمال ظاہر ہوا وہ دوسرے لوگوں میں ظاہر نہ ہوا۔

حضرت امام اعظم کی تابعیت کا ثبوت تیسری نوع میں مہیا کیا جائے گا۔

نوع دوم: مناقب امام: امام دور صحابہ میں پیدا ہوئے۔

خوارزمی بحوالہ ابونعیم کہتے ہیں:

امام اعظم سن ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے حماد بن ابی حنیفہ کی سند سے بھی اسی طرح مروی ہے حافظ ابوالقاسم نے اپنی مسند میں بھی اسے نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، ابوامامہ باہلی، واثلہ بن اسقع، عمرو بن حریث، عبداللہ بن ابی اوفی، اور ایک جماعت صحابہ آپ کے ایام زندگانی میں فوت ہوئی۔

خوارزمی کہتے ہیں:

''اس سے ثابت ہوا کہ آپ دور صحابہ میں پیدا ہوئے اور یہ ایسا دور ہے جس دور کے اہل ایمان کی فضیلت کی شہادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، علماء کا اتفاق ہے کہ آپ مشہود لہا بالخیر زمانے کے قرن اول میں پیدا ہوئے، قرن دوم میں پروان چڑھے، اسی میں آپ نے اجتہاد و افتاء کا فریضہ سرانجام دیا اور قرن سوم میں آپ کے اجتہاد و افتاء کا شہرہ عام ہوا۔''

نوع سوم: صحابہ کرام سے روایت حدیث

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت امام نے صحابہ کرام سے حدیث کی روایت کی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ بعض کہتے ہیں کہ چھ مرد تھے اور ایک عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں پانچ مرد اور ایک عورت تھی۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سات مرد اور ایک عورت تھی۔

خوارزمی بحوالہ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے بیان کیا میں نے حضرت انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مسلم　　علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ابوداؤد طیاسی تک اسی سند کے ساتھ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا، جبکہ حضرت عبداللہ بن انیس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چورانوے ہجری میں کوفہ تشریف لائے۔ میں نے ان کی زیارت کی اور ان سے حدیث کی سماعت کی، اس وقت میری عمر چودہ برس تھی۔ میں نے سنا وہ حضور کی یہ حدیث بیان کر رہے تھے:

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ　　کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔

امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۶ سولہ سال کی عمر میں سن ۹۶ چھیانوے ہجری میں اپنے والد کے ہمراہ حج کیا، جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد سے پوچھا، یہ کس کا حلقہ ہے؟ کہا، یہ عبداللہ بن حارث زبیدی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ ہے، میں نے آگے بڑھ کر سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.　　جس نے دین کی فہم حاصل کی اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی میں اس کی کفایت کرتا ہے اور اسے اس جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

یحییٰ بن قاسم حضرت امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی زبان سے سنا، وہ کہہ رہے تھے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

مَن بنی لِلّٰہِ مَسْجِدًا ولو کمفحص قطاۃ نبی اللہ تعالیٰ لہ بَیْتًا فِی الجنۃ۔	جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی خواہ قطاۃ پرندے کے گھونسلے کے برابر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔

ابوسعید جندی کی روایت ہے حضرت امام فرماتے ہیں میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع سے سنا کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

لا تُظْهِرْ شَمَاتَةً لِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰہ وَ يَبْتَلِيْكَ۔	اپنے بھائی کا تمسخر نہ اڑا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ٹھیک کر دے اور تجھ کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

بسند یحییٰ بن معین مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ بنت عجرد سے سنا، وہ بیان کر رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثر جند اللہ فِی الْاَرْضِ الجُرَاد لَا اٰکلہٗ ولا اُحَرِّمُہٗ	زمین میں اللہ تعالیٰ کی یہ کثرت فوج مکڑی ہے میں اسے کھاتا نہیں نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔

یہ پانچ صحابی مرد اور ایک صحابیہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ سات صحابی تھے وہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ شامل کرتے ہیں، مگر یہ دعویٰ محل نظر ہے کیونکہ حضرت معقل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ خود ۶۰ ساٹھ ہجری میں فوت ہوئے، حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے سماعت کرنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ روایت معنعن ہے جہاں تک حضرت انس بن مالک اور بعض دیگر صحابہ کرام کا تعلق ہے تو ان سے سماعت میں کچھ مانع نہیں اس معاملہ میں روایات مشہور ہیں کیونکہ حضرت انس کا وصال اکانوے، بانوے یا ترانوے ہجری میں ہوا، اس وقت حضرت امام کی عمر بالاتفاق دس سال سے زائد تھی۔

نوع چہارم عہد تابعین میں آپ کی عملی شہرت

یحییٰ بن معین تک متصل سند ہے، وہ کہتے ہیں میں نے علی بن مسہر کو فرماتے سنا کہ امام اعمش حج کے لئے نکلے تو اہل کوفہ پیچھے چلے میں بھی ان میں تھا۔ جب قادسیہ پہنچے تو مغموم نظر آئے لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا علی بن مسہر ہمارے ہمراہ آئے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں فرمایا ان کو بلایئے، دراصل اعمش امام ابوحنیفہ کی مجلس میں میری حاضری کو جانتے تھے۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا شہر واپس چلو اور امام ابوحنیفہ سے درخواست کرو کہ میرے لئے مناسک کی تفصیل لکھ دیں چنانچہ میں امام اعمش کا خط لے کر حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے مناسک حج کی تفصیل لکھوا دی، جسے لے کر امام اعمش کی خدمت میں آیا۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعمش سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے اس کے شیخ ابو حنیفہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مخالفت کرتے ہیں، میں نے سوال کیا کس چیز میں مخالفت؟ فرمایا عبداللہ رضی اللہ عنہ لونڈی کی بیع کو طلاق قرار دیتے ہیں جبکہ ابوحنیفہ اس کی بیع کو طلاق نہیں ٹھہراتے، میں نے عرض کیا آپ نے خود ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہمیں سنائی کہ لونڈی کی بیع طلاق نہیں۔ فرمایا میں نے کہاں اس حدیث کی روایت کی؟ میں نے جواب دیا۔ آپ نے بسند ابراہیم از اسود از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا اگر بیع طلاق ہوتی تو تخییر کا کوئی مفہوم نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو خریدا اگر اس کی بیع طلاق ہوتی تو حضور اس کو ہرگز تخییر نہ دیتے، امام اعمش نے سن کر فرمایا! اے یعقوب یہ مسئلہ اس حدیث میں ہے؟ جواب دیا ہاں،

ایک روایت میں ہے کہ امام اعمش نے فرمایا:

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ یحُسنِ المعرفة بمواضع الفقه الدقیقه و غوامض العلوم الخفیه دَاهَا ابو	امام ابوحنیفہ فقہ کے باریک مقامات کی خوب آگاہی رکھتے ہیں اور فقہ علوم کی گہرائی میں اتر کر ان کی تاریک جگہوں میں بصیرت قلبی

حنيفة فِي ظُلمة اَمّا كنها مِن فُسح ضوء سرج قلبه حيث قال عليه الصلوة والسلام هُوَ سِرَاجُ امتی انتهی مختصراً

کی روشنی سے دیکھ لیتے ہیں کیونکہ حضور نے فرمایا وہ میری امت کے روشن چراغ ہیں۔

نوع پنجم کبائر تابعین کا آپ سے روایت کرنا

خوارزمی بیان کرتے ہیں کہ استاذ ابی محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بخاری حارثی نے اپنی کتاب کشف میں فرمایا:

''امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر یہی کافی دلیل ہے کہ عمرو بن دینار جو کہ شیوخ امام ابوحنیفہ میں سے ہیں، جیسے کبار تابعین نے آپ سے روایت کی، مزید برآن حضرت عبداللہ بن مبارک اور یزید بن ہارون جو علم حدیث میں عمرو بن دینار کے ہم پایہ ہیں نے بھی حضرت امام سے نقل کیا، امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ سے عباد بن عوام، ہشیم، وکیع، ہمام بن خالد، ابومعاویہ فریر نے روایت کی نیز عبدالعزیز بن ابی رواد، عبدالمجید بن عبدالعزیز، سفیان بن عینیہ، فضیل بن عیاض، داؤد طائی ابن جریج اور عبداللہ بن یزید مصری نے آپ سے نوسو احادیث نقل کیں، سفیان ثوری، ابن ابی لیلی، اور ابن شبرمہ نے ایک حدیث نقل کی مسعر بن کدام اسماعیل بن ابی خالد، شریک بن عبداللہ اور حمزہ بن حبیب مقری وغیرہ محدثین نے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا، آپ کے استاد آپ سے پوچھتے اور پھر آپ کے قول کو اختیار کر لیتے، اور کہتے ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے آپ ہمارے پاس کم سنی میں آئے اور ہم آپ کے پاس کبر سنی میں حاضر ہوئے، انتہی مختصر

نوع ششم چار ہزار تابعین و تبع تابعین سے شرف تلمذ

امام ابوحنیفہ کے مناقب میں یہ بات بھی ہے کہ آپ نے چار ہزار شیوخ تابعین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

خوارزمی امام ابوحفص عمر بن امام ابی بکر سے نقل کرتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور امام معظم امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے درمیان مسئلہ افضیلت پر اختلاف پیدا ہوا ہر گروہ اپنے امام کو افضل قرار دیتا تھا، تو امام ابوعبداللہ بنانی حفص کبیر نے جو کہ خود شافعی مسلک کے امام ائمۃ الحدیث تھے۔ فرمایا امام شافعی کے شیوخ کا شمار کرو، وہ کتنے ہیں؟ اصحاب شافعی نے ان کا شمار کیا تو ان کی تعداد ۸۰ تک پہنچی، پھر فرمایا امام اعظم کے مشائخ کا شمار کرو، تو علماء نے بتایا کہ ان کی تعداد چار ہزار ہے۔

ربیع بن یونس کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ امیر المومنین ابوجعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے، وہاں عیسیٰ بن موسیٰ بیٹھے تھے انہوں نے منصور سے کہا امیر المومنین یہ اس زمانہ میں دنیا کے عالم اور امام ہیں، تو منصور نے پوچھا نعمان! آپ نے کس سے علم حاصل کیا؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصحاب (شاگردوں) سے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑھ کر عالم نہ تھا۔ یہ سن کر منصور نے کہا۔ لَقَدْ اِسْتَوْثَقْتَ لِنَفْسِكَ. بے شک آپ نے اپنے لئے اعتماد کا مضبوط وثیقہ لے لیا۔

نوع ہفتم عظیم مجتہدین سے اتفاق

آپ کے مناقب میں سے ایک منقبت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اصحاب عطا فرمائے جو بعد کے کسی امام کو نصیب نہ ہوئے، قاضی القضاۃ ابوبکر عتیق بن داؤد ایمانی رحمہ اللہ تمام مذاہب پر مذہب حنیفہ کی فضیلت و ترجیح میں طویل فصیح گفتگو کرنے کے بعد

فرماتے ہیں۔

آپ امام الائمہ سراج الامہ ہیں تدوین علم شریعت میں سبقت لے جانے والے، پھر اللہ تعالیٰ نے توفیق وعصمت سے آپ کی تائید کی اور آپ کو ایسے اصحاب وعلماء عطا فرمائے جو دنیا کے اطراف واقطار میں کہیں اور کسی وقت جمع نہ ہو سکے۔

ان میں سے صاحب فقہ وروایت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری، عالم ربانی محمد بن حسن شیبانی، صاحب الزکاء الباہر امام زفر بن ہذیل تمیمی، فاضل النزیہہ حسن بن زیاد اللولوی، فقیہ بصیر وکیع بن جراح، فقیہ کامل عبداللہ بن مبارک، ازہد الامہ داؤد بن نصیر لطائی، حفص بن غیاث النخعی امام ابن زکریا بن ابی زائدہ، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام یوسف بن خالد سمتی، عافیہ بن یزید الاودی، حبان ومندل پسران علی، علی بن سہر، قاسم بن مغر، اسد بن عمرو بجلی، نوح بن ابی مریم وغیرہم بہت مشہور ہیں۔

خوارزمی کہتے ہیں:

''جب کوئی واقعہ پیش آتا تو امام اعظم ان ائمہ سے مشاورت کرتے، مناظرہ ومذاکرہ کرتے اور ان آئمہ کے اخبار وآثار کی سماعت فرماتے۔ اور اپنا علم بیان کرتے اور ان سے ایک ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ بحث ومباحثہ کرتے یہاں تک کہ کسی بات پر اتفاق ہو جاتا، جسے امام ابو یوسف لکھ لیتے۔ پھر وہ شوریٰ میں طے پانے والا مسئلہ اصول کی صورت اختیار کر لیتا۔ اور وہ دیگر آئمہ کی رائے کی طرح منفرد رائے نہ ہوتی، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے وکیع کی موجودگی میں کہا، ابو حنیفہ نے غلطی کی، فرمایا وہ کس طرح غلطی کے مرتکب ہو سکتے ہیں جبکہ ان کے اجتہاد وقیاس میں امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد جیسے اہل علم وفضل شریک ہوں، یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ، حفص بن غیاث حبان ومندل جیسے حافظین وعارفین حدیث، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود جیسے ماہر لغت، داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد ساتھ ہوں، جس کے ہم نشین ورفقائے کار ایسے عظیم لوگ ہوں وہ خطا نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر وہ خطا کا مرتکب ہو تو اس کے ساتھی اسے فوراً حق کی طرف پھیر دیں۔

اس کے بعد امام وکیع نے فرمایا جو شخص امام ابوحنیفہ کے متعلق ایسی بیہودہ بات کہتا ہے وہ جانور ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے جو شخص دعویٰ کرے کہ حق امام اعظم کے ساتھ مخالفت کرنے والوں میں ہے تو اس کے بارے میں ہمارا وہی قول ہے جو فرزدق نے جریر کے متعلق کہا۔ یعنی

اُولٰئِکَ اٰبائی فجئنی بمثلھم　　　　اذجَمَعَتنا یا جریر المجامع

اے ابو جریر جب تو لوگوں کے ساتھ ہمارا موازنہ کرے تو دیکھ لے کہ یہ ہمارے آباؤ واجداد ہیں پھر ان جیسے لے آ۔

نوع ہشتم　　علم شریعت کی تدوین میں اولیت

امام اعظم کے ایسے فضائل جن میں دیگر ائمہ شریک نہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے علم شریعت کی تدوین وتبویب کی پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں آپ کی پیروی کی، اس کام میں کوئی آپ سے سبقت نہ لے سکا کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے علم شریعت کی تبویب نہ کی نہ (متداول) ترتیب سے کتابیں لکھیں وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی قوت حفظ پر بھروسہ کرتے تھے لیکن جب امام ابوحنیفہ نے دیکھا کہ علم پھیل رہا ہے تو اندیشہ ہوا کہ کہیں بدکردار حکمران اس علم کو ضائع نہ کر دیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ علم قبض نہ فرمائے گا بایں طور کہ وہ اس کو اٹھا لے گا بلکہ وہ اسے علماء کی موت کے باعث قبض کرے گا پھر جاہل سردار رہ جائیں گے جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے جو خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔''

اسی اندیشہ کے پیش نظر امام ابوحنیفہ نے علم شریعت کو مدون فرمایا اور اس کے ابواب بنا کر کتابیں مرتب فرمائیں، اور ان کتب کا آغاز کتاب الطہارت سے کیا پھر کتاب الصلوۃ کتاب الصوم پھر دیگر عبادات اور ان کے بعد معاملات کے ابواب وضع فرمائے۔ کتاب الشروط سب سے پہلے آپ نے ہی وضع کی، کہتے ہیں کہ آپ کے استنباط واستخراج کردہ

مسائل پانچ لاکھ کے لگ بھگ ہیں، جن کا ثبوت آپ کی کتابیں اور آپ کے شاگردوں کی کتابیں ہیں، آپ کا مذہب باریک مسائل پر مشتمل ہے جن میں علم نحو حساب اور جبر و مقابلہ کے دقیق مسائل بھی ہیں، یہ ایسے مسائل ہیں جن کے استخراج سے علمائے عربیت عاجز ہیں۔

آپ کو احکام کی حکمتیں مستنبط کرنے اور اجتہاد کی بنیادیں استوار کرنے کا شرف اولیت حاصل ہے۔اسی لئے امام شافعی نے فرمایا۔

''تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔''

یحییٰ بن معین کہتے ہیں، میں نے سنا امام یحییٰ بن سعید القطان فرما رہے تھے ''ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتے، بخدا ہم نے امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر رائے نہیں سنی۔'' اسی لئے ہم نے ان کے بکثرت اقوال کو اختیار کیا ہے۔'' انتہیٰ

نوع نہم کسب حلال پر گزارہ علماء و مشائخ پر خرچ

آپ کے مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کسب حلال پر گزارہ کرتے اور علماء و مشائخ کی جماعت پر خرچ کرتے تھے آپ نے کبھی حکمرانوں سے عطیئے اور تحفے قبول نہیں کیے اس کی دلیل مسعر بن کدام کا قوم ہے کہ امام ابوحنیفہ جب کبھی کوئی چیز اپنے اہل خانہ کے لئے خریدتے تو ایسی ہی چیز شیوخ وعلماء پر خرچ کرتے جب کوئی اعلیٰ لباس پہنتے تو علماء کو بھی ایسا لباس پہناتے، شفیق بن ابراہیم بلخی کہتے ہیں میں امام کے ہمراہ تھا آپ ایک مریض کی عیادت کو جا رہے تھے، دور سے ایک شخص کی آپ پر نظر پڑی تو چھپ کر رستہ بدلنے لگا جب معلوم ہوا کہ امام نے اس کو دیکھ لیا ہے تو شرمندہ ہو کر کھڑا ہو گیا، آپ نے پوچھا تو نے راستہ کیوں بدلا؟ عرض کیا آپ کے مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہیں، عرصہ دراز ہو گیا میں ادا نہیں کر سکا، فرمایا: ''سبحان اللہ! بات یہاں تک پہنچ گئی وہ سارا قرض تو میں تجھے ہبہ کر چکا اور مجھے دیکھ کر جو زحمت تجھے اٹھانا پڑی وہ مجھ کو معاف کر دے۔''

شفیق کہتے ہیں اس سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ حقیقی زاہد ہیں۔

نوع دہم جاہ ومنزلت سے کنارہ کشی اور مقام شہادت

اس منقبت میں بھی بعد کا کوئی امام آپ کا شریک نہیں، آپ قید خانے میں مظلوم و مسموم شہید کئے گئے، عبدالوہاب کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ کو طلب کیا اور کہا میں نے آپ کو صرف بھلائی کے لئے بلایا ہے، پھر سفیان سے کہا یہ تیرا بصرہ کی قضا کا تقرر نامہ ہے، لے اور بصرہ پہنچ، پھر شریک سے کہا یہ کوفہ کی قضاء کا تقرر نامہ ہے، وصول کر اور کوفہ جا، اس کے بعد امام ابوحنیفہ سے کہا یہ دارالحکومت کی قضاء کا تقرر نامہ ہے۔ پھر حاجب کو حکم دیا ان کے ساتھ جا اور جو انکار کرے اس کی پشت پر ۱۰۰ تازیانے رسید کر، پس شریک تقرر نامہ لے کر روانہ ہوئے، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے بھی تقرر نامہ گھر پہنچ کر پھینکا اور یمن کی طرف چلے گئے اور وہاں پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنانا شروع کر دیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے برملا عہدہ قضاء کا تقرر نامہ لینے سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں آپ کو ۱۰۰ کوڑے مارے گئے اور قید خانے میں ڈال دیا گیا اور قید خانہ ہی میں آپ کی شہادت ہوئی، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کو منصب قضاء سے انکار پر کوڑے مارے گئے اور قید خانہ میں آپ کا وصال ہوا لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ موت کوڑوں سے واقع ہوئی یا زہر خورانی سے، بعض علماء کہتے ہیں کوڑوں سے ہوئی اور بعض کے نزدیک زہر خورانی سے ہوئی۔ کچھ علماء نے اس کے علاوہ بھی کچھ وجوہات لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ایک سوال: خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام کے مطاعن لکھے ہیں جو ان مناقب کے معارض ہیں۔ ان کا کیا جواب ہے؟

جواب: ان مطاعن کا جواب پانچ وجہ سے دیا گیا ہے چار اجمالی ہیں اور پانچواں جواب تفصیلی ہے، مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ امام خوارزمی نے بہت طوالت سے کام لیا اور بہت خوبصورت جوابات دیئے لیکن میں نے ان کو یہاں نقل نہیں کیا کیونکہ یہ عجالہ اس طوالت کا متحمل نہیں۔ جو اس تمام بحث سے آگاہ ہونا چاہے وہ مسند کبیر کا مطالعہ کرے۔ مگر میرے

لئے پسندیدہ ہے کہ پانچویں جواب کے کچھ استنباطات ذکر کروں۔

پہلا اعتراض: خطیب اور بعض دوسرے علماء نے امام پر طعن کیا کہ آپ حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے سے کام لیتے ہیں؟

جواب: یہ اس شخص کا قول ہو سکتا ہے جس کو علم فقہ سے کچھ تعلق نہیں ورنہ جس نے فقہ کی معمولی سے خوشبو بھی پائی اور انصاف سے کام لیا وہ ضرور اعتراف کرے گا کہ امام اعظم سب لوگوں سے بڑھ کر اخبار و احادیث پر کار بند تھے اور آثار کی پیروی کرتے تھے، معترض کے تشنیع آمیز قول کے بطلان کی تین دلیلیں ہیں:

۱۔ امام اعظمؒ مراسیل صحابہ کو حجت سمجھتے تھے اور ان کو قیاس پر مقدم جانتے تھے۔ بخلاف امام شافعیؒ کے۔

۲۔ قیاس کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قیاس مؤثر ہے، یہ قیاس اصل اور فرع کے درمیان معنی مشترک مؤثر ہوتا ہے۔ دوسرا قیاس مناسب ہے جس میں اصل اور فرع کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے تیسرا قیاس شبہ ہے اس قیاس میں اصل اور فرع کے درمیان احکام شرع کی صورت کی مشابہت ہوتی ہے اور چوتھا قیاس طرد ہے جو اصل و فرع کے درمیان مطرد ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگرد قیاس شبہ و مناسب کو باطل قرار دیتے ہیں جب کہ آپ کے بعض شاگرد قیاس طرد کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو مطلقاً اس قسم کا انکار کرتے ہیں، امام ابوزید کبیر فرماتے ہیں قیاس مؤثر حجت ہے باقی قیاسات حجت نہیں، اس کے خلاف امام شافعیؒ قیاس کی چاروں قسموں کو حجت قرار دیتے ہیں، اور قیاس شبہ پر بہت زیادہ عمل کرتے ہیں۔ جس کی بہت سی مثالیں ہیں پھر حیرانی ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ قیاس کی ایک یا دو قسمیں استعمال میں لاتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ قیاس کی تمام اقسام کو حجت سمجھتے ہیں اور خطیب وغیرہ معترضین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ صرف قیاس کو بروئے کار لاتے ہیں اخبار و احادیث کو اہمیت نہیں دیتے، دراصل یہ اعتراض خواہشات نفس کے غلبہ اور فقہ سے کم آگاہی پر دلالت کرتا ہے، جس شخص کو امام صاحب اور آپ کے

شاگردوں کے ماخذ استنباط کا علم ہے وہ اس بیان کے بطلان سے بخوبی آ گاہ ہے ہمارے اس قول کی تائید و وضاحت حسب ذیل مسائل سے ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے نماز میں قہقہہ کو ناقض وضو قرار دیا اور اس کی دلیل اندھے شخص کی حدیث سے لی جس کے ساتھ واقعہ پیش آیا تو کچھ لوگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قہقہہ لگایا وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر امام صاحب نے قیاس چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کیا، بخلاف امام شافعیؒ کے کہ انہوں نے قیاس پر عمل کیا۔

امام ابو حنیفہؒ نے نبیذ تمر سے وضو کو جائز رکھا اور اس پر حدیث ابن مسعود سے استدلال کیا حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر امام نے اس کو اختیار کیا اور نبیذ کو دیگر مشروبات پر قیاس ترک کر دیا، بخلاف امام شافعیؒ کے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں قیاس پر عمل کیا، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ ضعیف احادیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے، مگر خطیب اور ان کے ہم نوا علماء کا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ نے بعض ان احادیث پر عمل نہیں کیا جن سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ امام نے ان کو قیاس کی وجہ سے ترک کیا، اور اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ امام نے ان احادیث کو ان سے زیادہ صحیح احادیث کے مقابلہ میں ترک کیا، ان احادیث میں سے ایک یہ ہے:

اذا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنَ لَمْ يَحْمِلْ خُبثاً — جب پانی قلتین کو پہنچ جائے تو خبث (گندگی) کا حامل نہیں ہوتا۔

امام نے اس حدیث کو ترک کر دیا کیونکہ یہ ضعیف ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ قلہ اسم مشترک ہے اور اس حدیث کی اسناد میں اضطراب ہے آپ نے اس حدیث پر عمل کیا جس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے وہ حدیث حسب ذیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوضَّأُمنه — تم میں سے کوئی کھڑے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی سے وضو کرنے لگے۔

اور مسلم کے الفاظ ہیں ثُمَّ يَغْسِلُ مِنْهَ — کہ پھر اسی سے غسل کرے۔

دوسری حدیث حضرت ام ہانی سے:

اِنَّهَا كَرِهَتْ اَنْ يَتَوضَّأَ بِالماءِ الَّذِیَ يَبُلَّ فِيْهِ شَيْءٌ — حضرت ام ہانی اس پانی سے وضو کو مکروہ سمجھتی تھیں جس میں کوئی چیز تر ہو جائے۔

امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کو اس لئے ترک کیا کہ حضرت ام ہانی نے اس حدیث کے خلاف حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ اور حدیث صحیح جس کی روایت پر شیخین کا اتفاق ہے حدیث ام عطیہ ہے وہ کہتی ہیں:

تُوُفِّيَتْ اِحْدَی بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم فَقَالَ اغسلِيْهَا بِسِدْرِ اِجْعَلِي فِي الْاٰخِيرةِ كَافُوْرًا — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کا وصال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتے ملے پانی سے غسل دو اور آخیر میں کافور کو ڈالو۔

اس حدیث صحیح کی بنیاد پر امام صاحب نے حدیث ام ہانی کو ترک کیا کیونکہ جب مائے مطلق کا نام کسی پاک چیز کے اختلاط سے زائل ہو جائے جیسے بیری، کافور اشنان، صابون، زعفران وغیرہ تو اس پانی سے وضو جائز ہے مگر امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

ایک اور حدیث:

ایک اور مشہور حدیث ہے کہ پانی میں حیوان مر جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے مگر امام نے اسے ایک خاص حدیث جسے امام بخاری نے بھی نقل کیا، کی وجہ سے ترک کیا کہ وہ ذی روح جس میں دم سائل (بہنے والا خون) نہ ہو پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

''جب برتن میں مکھی پڑ جائے تو اس کو ڈبو کر پھینک دینا چاہئے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء ہے اور دوسرے پر میں بیماری ہے۔'' (بخاری)

مردار کے معاملہ میں کچھ عام احادیث ہیں جنہیں امام نے ترک کیا اور حدیث صحیح کی روشنی میں مردہ جانور کی کھال کا رنگنا جائز قرار دیا۔ اس حدیث پر امام بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا تم نے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مردار ہے، فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے اس وجہ سے امام نے دباغت کے بعد کھال کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا فقہاء کی ایک جماعت کا اس میں اختلاف ہے۔

اس صحیح حدیث کے مقابل امام ابوحنیفہ نے ان عام احادیث کو بھی ترک فرمایا جو مردار کے متعلق وارد ہوئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کا کھانا حرام قرار دیا اس سے استنباط کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ نے مردار کے بال، ہڈیاں سینگ اور اون کو طاہر کہا، جبکہ امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ منی کو دھونا واجب نہیں صرف کھرچ دینا کافی ہے بعض فقہاء گمان کرتے ہیں کہ امام نے منی کو نجس قرار دے کر ان احادیث کو چھوڑ دیا حالانکہ آپ نے ان کو ترک نہیں کیا بلکہ ان پر عمل کیا آپ نے فرمایا منی خشک ہو تو اس کو کھرچ اور رگڑ دینا چاہئے تر ہو تو اس کو دھونا واجب ہے۔ اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا، عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ مجھے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ مبارک سے منی دھو دیتی تھیں فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دھلے ہوئے کپڑے پہن کر نکلتے اور نماز ادا فرماتے تھے، اور مجھے کپڑے کی دھلی ہوئی جگہ نظر آتی تھی۔'' اس وجہ سے امامؒ نے منی کو نجس قرار دیا۔ بخلاف امام شافعیؒ کے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حجرۂ حفصہ کی چھت پر چڑھا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کی طرف پشت کر کے قبلہ رو رفع حاجت فرمارہے تھے۔ (جب کہ امام صاحب قبلہ رو رفع حاجت کو ممنوع قرار دیتے ہیں) اس سے فقہاء نے خیال کیا کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا حالانکہ امام صاحب کے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ ہوسکتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے وقت قبلہ رو ہوں پھر رفع حاجت کے وقت رخ انور پھیر لیا ہو، یہ اس حدیث اور دوسری صحیح حدیث کے درمیان تطبیق ہے جو بخاری و مسلم کی متفقہ حدیث ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف کیا کرو۔''

اس حدیث کی روشنی میں امام اعظمؒ نے کھلی جگہ یا عمارت کے اندر قبلہ رو ہوکر بول و براز کرنے سے منع فرمایا بخلاف امام شافعیؒ اور بعض دیگر محدثین کے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو کو تین تین بار دھویا، فقہاء نے گمان کیا کہ امام اعظم نے اس حدیث پر بھی عمل نہیں کیا کیونکہ آپ نے تکرار مسح کو مستحب قرار نہیں دیا، جبکہ امام اعظم کا نکتۂ نگاہ یہ ہے کہ وضو دھونے کا عمل ہے جس میں تکرار مستحب ہے۔ مگر مسح دھونے کا عمل نہیں اس لئے اس میں تکرار کی ضرورت نہیں، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت بیان کی اس میں ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار سر کا مسح کیا، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔

کچھ احادیث تعجیل مغرب اور کراہت تاخیر میں آئی ہیں بعض فقہاء کا اعتراض ہے کہ امام نے ان احادیث پر عمل نہیں کیا کیونکہ آپ کے نزدیک دیگر نمازوں کی طرح نماز مغرب کے بھی دو وقت ہیں۔ جبکہ امام اعظمؒ ان احادیث سے تاخیر مغرب کو مکروہ کہتے ہیں مگر

کراہت تاخیر کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جواز ادا کا وقت نہیں جس طرح نماز عصر سورج کے زرد ہونے تک پڑھی جاسکتی ہے اسی طرح نمازِ مغرب کو شفق کے غروب تک پڑھنا جائز ہے اس کی دلیل شیخین کی متفق علیہ حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قدم العشاء فابدوا به قَبْل ان تُصَلُّوا صَلٰوۃَ الْمَغْرِب وَلَا تعجلوا عَنْ عِشَائکم — جب شام کا کھانا آجائے تو نماز مغرب سے پہلے اس کو کھالو، اور کھانا چھوڑ کر نماز میں عجلت سے کام نہ لو۔

اس لئے امامؒ نے تاخیر نماز مغرب کو جائز رکھا، بخلاف امام شافعیؒ کے۔

احادیث میں آیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کیا جائے اس سے مراد ہے کہ ابتدائی اوقات میں نمازیں پڑھی جائیں، مگر امام اعظمؒ نے ان احادیث پر عمل نہیں کیا کیونکہ آپ اسفار یعنی خوب روشن کر کے نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی بے جا ہے کیونکہ آپ نے ان احادیث کے ساتھ اس صحیح حدیث کو تطبیق دی ہے جسے امام ترمذیؒ نے بھی روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اِصْبَحُوْا بِالصبح (بالفجر) فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ — صبح خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں بہت بڑا اجر ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا، اسی وجہ سے امامؒ نے ان احادیث کے درمیان تطبیق دے کر اسفار کو مستحب قرار دیا، کیونکہ نماز کو صحیح وقت کے اندر ادا کرنا بہترین عمل ہے اور اس کا آخری وقت بھی مشروع وقت ہے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ درمیانی نماز نماز فجر ہے مگر امام اعظم نے اس حدیث پر بھی عمل نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ درمیانی نماز نمازِ عصر ہے اس اعتراض کی بھی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ آپ کی دلیل صحیح حدیث ہے جسے شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''احزاب'' کے دن فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں درمیانی نماز نمازِ عصر سے مشغول رکھا،

یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔''

اس لئے امام صاحب کے نزدیک نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے جبکہ امام شافعیؒ فجر کی نماز کو نماز وسطیٰ کہتے ہیں۔

احادیث میں بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا بیان آیا۔ بقول معترضین امام ابوحنیفہؒ نے قیاس سے اس کی مخالفت کی، ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ امام نے ان احادیث پر اس لئے عمل نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت نہیں البتہ بعض صحابہ کرام سے یہ صحت مروی ہیں جبکہ بعض دیگر صحابہ سے صحت سند کے ساتھ مروی نہیں، انتہائی تعجب کی بات ہے کہ علی بن عمر دارقطنی نے تعصب کے ساتھ الجھر بالتسمیہ (بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے) کے موضوع پر ایک پوری کتاب لکھ ڈالی جس میں موضوع احادیث تک لے آئے جس پر محدثین نے ان کی شدید تردید کی جب مصر آئے تو ایک مالکی عالم نے کہا، میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں کیا جہر بالتسمیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مروی ہے تو دارقطنی نے جواب دیا ''نہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کو اختیار کیا جو بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، خلفائے ثلاثہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی۔

كَانُوا لَا يَجْهَرُوْنَ ببسم الله الرّحمن الرحيم و فى لفظ كانوا لا يَسْتَفْتِحُوْنَ القراة ببسم الله الرحمن الرحيم	وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ قراۃ کے شروع میں بلند آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

امام اعظم کے بلند آواز سے نہ پڑھنے کی یہی وجہ تھی۔

اس طرح سورہ فاتحہ کے متعلق احادیث آئی ہیں مثلاً ارشاد ہے لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب یعنی فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں۔

ایک اور روایت ہے۔

كُلّ صَلٰوةٍ لَمْ يُقْرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خَدَاجٌ
جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ ناکمل ہے۔

معترضین نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ امام ابوحنیفہ ان احادیث پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ فاتحہ الکتاب کے بغیر بھی نماز صحیح ہے۔ جبکہ نماز میں اس کے علاوہ اور کوئی سورۃ پڑھ دی جائے۔

دراصل ان اعتراض کرنے والوں کو علم نہیں کہ امام صاحب نے متفرق احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ بغیر فاتحہ کے نماز ناقص و ناتمام ہے اگر نمازی اسے عمداً ترک کرے تو گناہ گار ہوگا اور اس کی نماز ناقص و غیر تام ہوگی اور اگر بھول کر ترک کردے گا تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جائے گی اسی لئے آپ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل و فاضل نہیں لیکن ترک فاتحہ سے نماز باطل نہ ہوگی جس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جسے امت نے قبولیت کا درجہ دیا ہے اور شیخین نے بھی اس کو روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے سارے فرائض سکھائے آپ نے فرمایا اللہ اکبر کہہ پھر جو قرآن آسانی سے پڑھ سکتا ہے پڑھ۔ یہ عمل واجب ہے کیونکہ قرآن حکیم کے موافق ہے قرآن حکیم میں ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ
قرآن کا جتنا حصہ سیر و آسان ہو پڑھو،

اسی بناء پر امام ابوحنیفہ ترک فاتحہ سے نماز کو باطل نہیں قرار دیتے جبکہ امام شافعی کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے۔

ایک اعتراض تشہد ابن عباس کا ہے معترضین کہتے ہیں کہ امام نے اس کو اپنی رائے سے ترک کیا۔

دراصل انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ امام نے تشہد ابن مسعود کو اختیار کیا اس معاملہ میں یہ صحیح ترین نقل ہے ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔ تشہد کے سلسلہ کی سب سے زیادہ صحیح وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پھر کہا کہ صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی تشہد پر عمل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے:

اِذَاشَكَّ اَحَدُكُم فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَبْنِ عَلَى الْيَقِيْنَ۔ — تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہو تو یقین پر بنیاد رکھے۔

معترضین کا گمان ہے کہ امام نے اس حدیث کو اپنے رائے سے ٹھکرادیا ہم کہتے ہیں معترضین کو معلوم نہیں ہوا کہ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کیا جس کی صورت یہ ہے کہ نمازی کو غالب ظن نہ ہو، اگر اسے غالب ظن ہو تو صواب کی تحری کرے، جس کی دلیل یہ صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا شك اَحَدُ كُمْ فِيْ صلاتِهٖ فَلْيَتَحَرِّ الصواب۔ — جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہو تو صواب کی تحری کرے۔

اس حدیث کو شیخین نے بھی روایت کیا۔

نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی احادیث مروی ہیں، مگر امام ان احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ معترضین بے چاروں کو علم نہیں کہ امام ابو حنیفہ ان احادیث کو منسوخ سمجھتے تھے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک فجر کی نماز میں عرب کے بعض قبیلوں پر بددعا کرتے رہے، پھر حضور نے یہ سلسلہ ختم کردیا۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ امام نے اوقات مکروہ میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دے کر عام روایات کی مخالفت کی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام نے صحیح حدیث کی رو سے اس کی تخصیص کی ہے۔ یہ صحیح حدیث صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت عقبہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ يَنْهَا نَا رَسُوْلُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم اَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِنَّ وَاَنْ نُقْبِرَ فِيْهِنَّ مَوتَانَا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفنانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی۔

معترضین گمان کرتے ہیں ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی رائے پر عمل کیا اور اس حدیث سے اعتناء نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام نے اس صحیح حدیث کو اختیار کیا جسے امام بخاری ومسلم نے بھی روایت کیا:

اَنَّ ذَكَرَ رَسُوْلَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم ذِكْرَ الْخَيْلِ فَقَالَ وَرجل رَبَطَهَا تعففًا ثُمَّ لَمْ يَمْنَعْ حَقَّ اللّٰهِ تعالىٰ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لِذٰلِكَ سِتْرٌ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کا ذکر کیا پھر فرمایا اور آدمی نے بچاؤ کے لئے انہیں باندھ کر رکھا پھر ان کی گردنوں اور پیٹھوں میں اللہ تعالیٰ کا حق نہ روکا تو وہ گھوڑے اس کے لئے (جہنم سے بچاؤ کا) پردہ ہوں گے۔

اس حدیث کی بناء پر امام اعظم نے گھوڑوں میں زکوٰۃ کا حکم دیا جبکہ امام شافعی نے اس کی مخالفت کی۔

حاجم اور محجوم کے روزے کا مسئلہ:

حدیث میں ہے:

اَفْطَرَ الحاجم و المحجوم

حاجم (پچھنا لگانے والے) اور محجوم (لگوانے والے) کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

معترضین کا خیال ہے کہ امام نے اس حدیث کو ترک کر کے اپنی رائے پر عمل کیا، جبکہ امام نے حدیث کا مفہوم سمجھا اور تاویل پر غور کیا پھر اس کے مفہوم پر عمل کیا، کیونکہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جو سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حاجت میں پچھنے لگوائے۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حج افراد:

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا۔

اعتراض یہ ہے کہ امام نے رائے پر عمل کرتے ہوئے حج قران کو افضل قرار دیا حالانکہ امام نے اس کو صحیح حدیث کے ساتھ ترجیح دی، صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج وعمرہ کے لئے لبیک کہتے ہوئے سنا:

حالت احرام میں نکاح:

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا:

لَا یَنْکِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا یُنْکَحُ وَلَا یَخْطِبُ محرم حالت احرام میں نکاح نہ کرے نہ پیغام نکاح لائے،

معترضین کہتے ہیں کہ امام نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے اس حدیث کو چھوڑ دیا جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ امام نے اس حدیث پر عمل کیا جس کی صحت پر اتفاق ہے اور اسے بخاری ومسلم نے بھی روایت کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا۔

مشترک جائداد میں شفعہ:

حدیث میں ہے کہ شفعہ کا حق غیر تقسیم شدہ جائداد میں ہے۔

امام اعظم پر اعتراض یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ میں رائے سے کام لیا،

حالانکہ امام نے صحیح حدیث کو اختیار کیا اس صحیح حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا، حضور کا ارشاد ہے:

اَلْجَارُ اَحَقُّ بِالشُّفْعَةِ ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حق دار ہے۔

نوافل عبادات کی ترغیب:

عام روایات میں نوافل عبادات کی ترغیب آئی ہے معترضین کا گمان ہے کہ امام نے قیاس کو ترجیح دے کر اشتغال بالنکاح کو افضل قرار دیا اوران روایات کونظر انداز کیا، حالانکہ امام نے صحیح حدیث سے تمسک کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

وَلٰكِنْ اَصُوْمُ وَ اَفْطُرُ وَ اَتَزَوَّجُ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شادی کرتا ہوں پس جو میری سنت سے منہ موڑے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

نکاح میں ولی کی شرط:

عام روایات میں نکاح کے لئے ولی کی اجازت ضروری قرار دی گئی ہے۔

مثلاً ارشاد ہے:

لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔

معترضین کا دعویٰ ہے کہ امام نے قیاس پر عمل کیا اور اس حدیث کو ترک کر کے بالغہ کا نکاح بغیر اجازت ولی بھی درست قرار دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ امام نے صحیح حدیث سے تمسک کیا اور اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِھَا مِنْ وَلِیِّھَا وَالْبِکْرُ تُسْتَاذَنُ فِیْ نَفْسِھَا وَاِذْنُھَا صِمَاتُھَا۔

بیوہ (شوہر دیدہ) عورت بہ نسبت اپنے ولی کے اپنی ذات کی زیادہ سزاوار ہے اور باکرہ (کنواری) عورت سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔

دوسری صحیح حدیث ہے کہ خنساء کو اس کے باپ نے بیاہ دیا، مگر وہ اس کو پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ ثیبہ تھی اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح رد کر دیا، اسی حدیث کی رو سے امام ابوحنیفہ بالغہ کو بغیر اجازت ولی نکاح کا حق دیتے ہیں۔

حق مہر کا تعین:

عام احادیث میں آیا ہے کہ نکاح میں حق مہر کا تعین شرط ہے، مگر امام ابوحنیفہ نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث کو چھوڑ دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ امام نے اس صحیح حدیث پر عمل کیا جسے امام ترمذی نے جامع میں روایت کیا۔ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئی، اس کا شوہر دخول سے پہلے مر گیا اور اس نے حق مہر کا تعین بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے مقدمہ سن کر فرمایا میرے خیال میں اس کا مہر مثلی ہے، وہ میراث کی حق دار ہے اور اس پر عدت بھی ہے، معقل بن سنان اشجعی نے اس کی گواہی دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت واشق اشجعی کا یہی فیصلہ کیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا، اسی لئے امام ابوحنیفہ بلا تعین مہر نکاح کو درست قرار دیتے ہیں۔

اباحت طلاق:

عام احادیث میں وارد ہے کہ طلاق مباح ہے مگر امام ابوحنیفہ نے قیاس سے طلاق ثلاثہ کو حرام کہا اور ان احادیث کو در خور اعتناء نہیں سمجھا۔

جواب: اس مسئلہ میں امام صاحب نے اس صحیح حدیث پر اعتماد کیا جو بخاری اور مسلم میں

بھی مروی ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ کو کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کرے اور اسے اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ اسے پھر حیض آئے اور پاک ہو اس کے بعد اسے حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہوئے پھر چاہے تو اس کو اپنے پاس رکھ لے چاہے طلاق دے دے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عورتوں کو طلاق دینے کا وقت ہے۔

دانت کا قصاص:

ایک اعتراض یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے قیاس کے ذریعے دانت توڑنے میں قصاص کا حکم جاری کیا۔ حالانکہ اس معاملہ میں بھی آپ کا تمسک صحیح حدیث سے ہے۔ دیکھئے امام بخاری نے روایت کی کہ:

ربیع بنت نضر نے ایک تھپڑ سے ایک جواں سال لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو اس کے قبیلہ نے تاوان کا مطالبہ کیا ربیع کے قبیلے نے انکار کیا تو مقدمہ بارگاہ رسالت میں لایا گیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔

مشرکین کا قتل:

عام روایات میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم وارد ہے معترضین کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے ان روایات کو لائق عمل نہیں سمجھا بلکہ قیاس سے کام لیتے ہوئے عورتوں، بوڑھوں، راہبوں اور اندھوں کے قتل سے منع کیا۔ بخلاف امام شافعی کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صحیح حدیث سے استناد کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی جامع میں روایت کیا۔ حدیث یہ ہے کہ

ایک غزوہ میں کوئی عورت مقتول پائی گئی جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا، امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث سند

کے لحاظ سے صحیح ہے۔

کتے کا شکار:

عمومات میں وارد ہے کہ کتے کا مارا ہوا جانور مباح ہے مگر امام ابو حنیفہ نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ کتا شکار سے کچھ کھالے تو اس کے مارے ہوئے شکار سے نہ کھایا جائے۔

ہم کہتے ہیں اس مسئلہ میں بھی امام ابو حنیفہ کا اعتماد صحیح حدیث پر ہے بخاری اور مسلم کی تخریج کردہ حدیث ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے کتے کے شکار کے متعلق سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّم فَقَتَلَ فَكُلْ وَاِذَا اَكَلَ فَلَا تَاْكُل فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ.

جب تو اپنا سکھلایا ہوا کتا چھوڑے اور وہ شکار کو قتل کر دے تو اس شکار کو کھا اور اگر کتا اس میں سے کھالے تو نہ کھا کیونکہ اس شکار کو اپنے لئے پکڑا۔

ذوی السہام پر مال میراث کا رد:

امام صاحب کے نزدیک میراث کا بقیہ ذوی السہام پر لوٹا دیا جائے سوائے زوج و زوجہ کے، امام شافعی کہتے ہیں کہ بقیہ میراث بیت المال میں جمع کر لی جائے۔ معترضین کا خیال یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے یہ مسئلہ قیاس سے اخذ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب کا مایہ استناد صحیح حدیث ہے جسے امام بخاری و مسلم نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنولحیان کی ایک عورت کے پیٹ سے بچہ ساقط کرنے کا فیصلہ کیا اور لونڈی یا غلام کا غرہ لازم فرمایا بعد ازاں وہ عورت مرگئی تو حضور نے فیصلہ کیا کہ اس کی میراث اس کے بچوں اور شوہر کے لئے ہے جبکہ دیت کی ادائیگی اس کے عصبہ کی ذمہ داری ہے، اس کے علاوہ وہ احادیث ہیں جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کی ہیں۔

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ خطیب وغیرہ معترضین کا اعتراض کہ امام اعظم احادیث

وآثار کی بجائے قیاس ورائے سے کام لیتے تھے، صریح بہتان اور افتراء ہے۔ امام صاحب اور آپ کے اصحاب اس الزام سے بری ہیں۔

وہ قیاس پر صرف اس صورت میں عمل کرتے ہیں جب کوئی حدیث نہیں ملتی، تمام مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی طریقہ کار ہے خوارزمی کا کلام اختتام کو پہنچا۔

مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس اصل چہارم میں سخن طویل ہو گیا مگر برادران احناف کے لئے فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ اکثر جاہل غیر مقلدین یہی وظیفہ ورد زبان رکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اپنے قیاس ورائے کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے کہ خلیفہ منصور نے امام اعظم کی طرف لکھا کہ میں نے سنا ہے آپ اپنے قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، تو آپ نے جواب میں لکھا:

لَیْسَ الْاَمْرُ کَمَا بَلَغَکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّمَا اَعْمَلُ اَوَّلًا بِکِتَابِ اللّٰہِ ثُمَّ بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَقْضِیَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَعَلِیٍّ ثُمَّ اقضیۃِ بَقِیَّۃِ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم ثم اَقِیْسُ بَعْدَ ذٰلِکَ۔

امیر المومنین بات اس طرح نہیں جس طرح آپ کو پہنچی ہے میں پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خلفائے راشدین کے فیصلوں پر پھر بقیہ صحابہ کرام کے فتووں پر بعد ازاں اپنی رائے پر عمل کرتا ہوں۔

غیر مقلدین صرف تعصب اور حسد سے اس من گھڑت الزام کو امام اعظم کی طرف منسوب کرتے اور جہلا کے نزدیک حجت پکڑتے ہیں، بعض ایسے مقامات ہیں جہاں ان کی فکر ماخذ امام کی گہرائی تک نہیں پہنچتی اور استنباطات کی باریکیوں تک نظر نہیں جاتی، اس جماعت کا انتہائے عروج صحاح ستہ تک ہے اور اصحاب صحاح کا زمانہ حضرت امام اعظم کے زمانہ سے کم وبیش ایک سو سال بعد کا ہے اگر کوئی حدیث اصحاب صحاح کے زمانہ میں ضعیف ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث زمانہ امام میں بھی ضعیف ہو گی۔ ممکن ہے کہ اس حدیث میں ضعف متاخرین راویوں کے باعث آیا ہو یہی مضمون حضرت شیخ عبدالحق محدث

دہلوی نے فتح المنان میں ذکر فرمایا حضرت شاہ صاحب پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں علم حدیث کو خوب ترقی دی اور یہاں کے تمام محدثین مقلد ہوں یا غیر مقلد حضرت شیخ کے شاگرد ہیں، حق یہی ہے کہ خیر القرون کے بعد آراء میں خلط ملط پیدا ہوا اور زمانے نے دوسرا رنگ اختیار کیا اگر زمانہ دوسرا رنگ نہ لیتا تو زبان رسالت سے خیر القرون کی تخصیص کا کوئی مفہوم نہ ہوتا۔

خاتمہ

رسالہ کے شروع میں تحریر ہوا کہ وہابی دو گروہ ہیں، وہابی حقیقی کہ خود کو اہل حدیث کہتے ہیں اور مقلدین مذاہب کو مشرکین و کفار کہہ کر ان کے مال و جان کو مباح قرار دیتے ہیں، جیسے نجد کے اور ہند کے بعض وہابی ہیں یہ لوگ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی شان میں سخت توہین اور لعن طعن کرتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ مثلاً ابوالقاسم بناری نو مسلم ہے جس نے ایک کتاب الجرح علی ابی حنیفہ تالیف کی ہے وہ اس کتاب میں لکھتا ہے کہ ابوحنیفہ نے قرآن و حدیث کا مطالعہ نہیں کیا، وہ علم تاریخ و تفسیر سے تو مطلقاً بے بہرہ تھے، شیخ چلی جیسے خیالات رکھتے تھے۔ ان سے تو ایک حجام بہتر ہے ان کی فقہ بے عملی کی فقہ ہے ان کو علم حدیث کی بالکل خبر نہ تھی، ایک حدیث بھی ان کو نہیں پہنچی وہ اور ان کے تمام استاد اور شاگرد سب ضعیف تھے، امام ابوحنیفہ مرجیہ جہمیہ اور زندیق تھے اور مرجیہ اسلام سے خارج ہیں لہٰذا حنفی مسلمان بھی اسلام سے خارج ہیں انہوں (امام) نے فقہ کو شرک کی بنیاد پر قائم کیا لہٰذا مشرک ہو گئے ان کا طریقہ قرآن کے صریح خلاف ہے۔ وہ مجتہد نہ تھے نہ ان میں اجتہاد کی شرطیں پائی جاتی تھیں۔ وہ قرن الشیطان اور باغی ہیں اور مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی رذیل و منحوس نہیں گزرا۔

یہ تمام بکواسات و اباطیل الجرح علی ابی حنیفہ سے منقول ہے۔[1]

---

[1] اس بکواسات کے پلندے کا علمی جواب حضرت علامہ نور بخش توکلی ایم وے نے بنام امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کی حقیقت لکھا جو کہ چھپ چکا ہے۔

ایک اور گستاخ عبدالجلیل سامردی ہے اس نے ایک کتاب بوئے غسلین ۱۳۱۹ میں طبع کی جس میں انتہائی گستاخی کا اظہار کیا۔

ان کے دیگر متقدمین مقتداؤں مثلاً ابن تیمیہ، ابن قیم ابن لہادی اور متاخرین مثلاً قاضی شوکانی یمنی، مولوی اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ ہم نے فقہ امام کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں جن کا ذکر طوالت کا متقاضی ہے، بہتر یہ ہے کہ ان کے عقائد و اعمال سے آ گاہی حاصل کی جائے کیونکہ بحکم آیت کریمہ۔

''جو شخص اپنی خواہشات نفس کو خدا بنالے اور اللہ تعالیٰ اس کو علم کے باوجود گمراہ کردے، اس کے کان اور دل پر مہر لگا دے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے تو اسے کون راہ راست پر لاسکتا ہے؟

یہاں وہابیہ کے دوسرے گروہ سے، جو اپنے آپ کو لباس حنفیت کے پردہ میں چھپاتے ہیں اور کم علم عوام کو راہ راست سے بھٹکاتے ہیں، سوال ہے کہ:

للہ ایمان سے سچ کہیئے کہ تم پہلے گروہ کے عقائد و اعمال کو مستحسن سمجھتے ہو یا قبیح جانتے ہو؟ اگر عمدہ اور مستحسن جانتے ہو تو بحکم حدیث اَلْمَرْءُ مع مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کرتا ہے) تم انہی کا جزو لاینفک ہو اور تمہارا دعویٰ حنفیت سراسر نفاق ہے۔ پس آیات منافقین کہ رسالہ کے شروع میں تحریر ہوئیں تمہارے اوپر ہو بہو راست اور صادق آتی ہیں، اگر تم ان کے عقائد و اقوال کو قبیح و ناروا جانتے ہو تو تم کو ذات پروردگار کی قسم سچ کہو کہ تمہارے کس عالم نے ان کی تردید میں کون سی کتاب یا رسالہ تصنیف کیا ہے؟ اگر کوئی کتاب نہیں لکھی تو تمہاری غیرت اسلامی اور حمیت ایمانی کہاں ہے؟ یہ غیر مقلدین کا گروہ تو مقلدین کو کفر و شرک کے خطابات سے نوازتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ تم قاضی شوکانی، مولوی اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی کی اقتداء کرتے ہو یا نہیں؟ اگر اقتداء کرتے ہو تو تم بھی مقلدین ثابت ہو گئے بس ہمارے اور تمہارے درمیان اتنا فرق ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں اور تم شوکانی وغیرہ کی اور مقلدین

کی طرف شرک کفر اور بدعت کی جو نسبت کرتے ہو وہ تم پر بھی راست آتی ہے اور اگر ان مقلدین کی طرف کی پیروی نہیں کرتے تو الجرح علی ابی حنیفہ وغیرہ کی طرح تم نے کون سی جرح ان کے متعلق لکھی ہے؟ اگر تم نے نہیں لکھی تو اس کا باعث کیا ہے؟ اگر دعویٰ کریں کہ ہم احادیث کی پیروی کرتے ہیں تو اس پر ہمارا سوال ہے کہ تم کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے؟ اور تم نے اپنے کانوں سے حضور کی احادیث سنی ہیں، یا تم کو صحبت و سماعت حاصل نہیں۔

اگر شق اوّل ہے تو اس صحبت کو ثابت کرو، اگر شق ثانی ہے تو بتاؤ کہ تم کو احادیث کس ذریعہ سے حاصل ہوئی ہیں؟ اگر جواب دیں کہ ہم تک یہ احادیث مصنفین مثلاً مصنفین کتب صحاح نے پہنچائی ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ اصحاب صحاح وغیرہم نے جن راویوں سے احادیث لی ہیں وہ قابل اعتماد اور ثقہ تھے یا نہیں؟ اگر ثقہ نہ تھے تو تمہارے قول کے بموجب ان پر عمل کرنا خطا ہے، اور اگر وہ قابل اعتماد اور ثقہ تھے، تو کس دلیل سے؟ اگر کہیں کہ بزرگان دین مثلاً امام بخاری امام مسلم، ابوعیسیٰ ترمذی، یحییٰ بن معین، حاکم ابن جوزی اور امام سیوطی وغیرہ نے ان کو قابل اعتماد اور ثقہ لکھا ہے ہم کہتے ہیں کہ الحمد للہ چشم ما روشن دل ماشاد، یہ عین تقلید شخصی ہے کہ تقلید کا معنی کسی شخص کا قول بلا طلب دلیل قبول کرنا ہے، افسوس کہ جو آفت تم نے دوسروں کے لئے پیدا کی وہ خود تمہارے پیش آ گئی، کہ تقلید شخصی کفر و شرک و بدعت ہے اس کا علاج کیا ہے؟ اس وقت ہم اس رسالہ کو تین احادیث پر ختم کرتے ہیں گوش ہوش سے سنو۔

حدیث اوّل — حدیث افتراق امت

صحیح ترمذی میں بحوالہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت پر ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ ان کا طرز عمل ہو بہو یہودیوں کی طرح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کے کسی بد بخت نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ زنا کیا تو میری

امت میں ایسا ذلیل ضرور ہوگا جو ایسی گھٹیا حرکت کرے گا، یہودیوں کے بہتر فرقے ہوئے، میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جنتی گروہ کون سا ہے حضور نے فرمایا یہ گروہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگا۔

امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنتی ہوگا اور وہ جماعت ہے۔

اَنَّهٗ سَيَخْرُجُ فِىْ اُمَّتِىْ اَقْوَامٌ تتجارىٰ بِهِمْ تلك الاهواء كَمَا تجارىٰ الكلب بصَاحِبِهٖ لا يبقىٰ منه عرق وَلَا مفصل الا دَخَلَتْهُ۔ (ابوداؤد)	عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جن میں خواہشات وسواس، اس طرح رچی بسی ہوں گی جس طرح پاگل کتے کے کاٹے ہوئے شخص کے رگ و پے اور ہر ہر جوڑ میں زہر سرایت کر جاتا ہے۔

اس حدیث شریف نے جنگ ہفتاد و دو ملت کے درمیان صلح کرا دی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ما ينطق عن الهوىٰ کے رتبہ بلند پر فائز ہیں۔ آپ نے وضاحت فرما دی کہ بہتر گروہ جہنم میں جائیں گے اور ایک ناجی ہوگا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے طرز عمل پر کاربند ہوگا۔

ایک سوال: سوال یہ ہے کہ یہ بہتر گروہ امت دعوت ہیں یا امت اجابت؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ یہ گروہ امت اجابت میں شامل ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں امتی میری امت کا لفظ مکرر آیا ہے اور کجرو امتیں جو اہل قبلہ نہیں، ان کو حضور کی امت نہیں کہا جا سکتا۔ علمائے علم کلام نے ان بہتر گروہوں کو اہل قبلہ شمار کیا اور ثابت کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ یہی گروہ اہل وسنت جماعت ہے جو مقلدین مذاہب پر مشتمل ہے۔

ایک اور سوال: یہاں ایک اور انتہائی پیچیدہ سوال ہے کہ تمام تہتر فرقے کلمہ گو ہیں اور ان میں سے ہر گروہ اس حدیث کو قبول کرتا ہے، اور فرقہ ناجیہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا

ہے کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصحابی کا مصداق وہی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کون کرے کہ کون سا گروہ حق پر ہے؟ اگر ان میں سے کوئی فیصلہ کرتا ہے تو قبول کون کرے گا؟

ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس کا اور کوئی علاج نہیں، سوائے اس کے کہ اس معاملہ میں نبی اکرم صلی علیہ وسلم کی ذات کریمہ کو منصف مان لیا جائے کیونکہ آپ کی ذات پاک ہر زیغ و باطل سے مامون ومحفوظ ہے۔

ہم بہ التجا وزاری عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہی اس اہم مسئلہ کا حل فرمایئے، ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بفضل خدا اس کا حل اسی حدیث میں موجود ہے اور وہ الجماعۃ ہے لفظ جماعت اہل سنت و جماعت کے نام میں موجود ہے اور جماعت سے مراد افراد امت کی کثرت ہے اہل سنت و جماعت کی کثرت بہ نسبت دیگر بہتر فرقوں کے بدیہی اور واضح ہے اگر کسی کو یقین آئے تو دنیا کی سرکاری مردم شماری کو پیش نظر رکھے حق حق ہو جائے گا اور باطل باطل بلکہ اگر اہل سنت و جماعت کے افراد جو مذاہب اربعہ کے پیرو ہیں، کو دیگر گروہوں کے مقابل رکھا جائے وہ بفضل الٰہی زیادہ ہوں گے۔

اگر کوئی کہے کہ حدیث میں جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو راہ صواب پر ہیں گو ان کی تعداد کم ہو، جیسا کہ بعض محرومین گمان کرتے ہیں، ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس کا فیصلہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جماعت سے مراد کثرت افراد امت ہے، حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

عن ابی عمر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ اَوقَالَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃ وَیَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَ مَنْ شَذَّشُذَّ فِی النَّار رواہ الترمذی

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہے جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا (ترمذی)

وَ عَنْ ابی بصرة قَالَ قَالَ رسول الله صلی الله علیه وسلم سَأَلْتُ رَبِّی اَن لَا تجتمع اُمّتی علٰی ضلالَةٍ فَاَعْطَا نِیهَا رواه الطبرانی	ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا وعدہ دیا (طبرانی)
وَ عَن ابن عباس قال قَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ فَمَاتَ مَاتَ مِیْتَۃً جَاہِلِیَّۃٍ۔ (رواہ البخاری)	ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جماعت سے الگ ہوا پھر مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا۔ بخاری

اگر کوئی کہے کہ ان احادیث میں اگرچہ اجماع امت اور جماعت کے الفاظ آئے ہیں۔ مگر ان میں کثرت افراد کی تصریح نہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

وَ عَنْ ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوْا السوادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ	ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا (ابن ماجہ)
وَعَنْ معاذ بن جبل قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلی الله علیه وسلم اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاۃَ الْقَاصِیَۃَ والناحِیَۃِ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَ عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ والعامة (رواہ احمد)	حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے ریوڑ کا بھیڑیا ہوتا ہے اور دور گوشہ میں رہ جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے اس لئے گھائیوں سے بچو اور جماعت سے وابستہ رہو۔

عَنْ ابی هریرۃ قَالَ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِہٖ۔ (رواہ احمد وابوداؤد و مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور نے فرمایا جو ایک بالشت جماعت سے الگ ہوا اس نے اسلام کا پٹا گردن سے اتار پھینکا (احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

لفظ سواد اعظم اور عامہ میں کثرت افراد کی تصریح ہے یہ کثرت اہل سنت و جماعت کی ہے جو تمام اہل قبلہ کے مقابلہ میں ہے اس سے ثابت ہوا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے۔

حدیث دوم:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدأغَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَأ فَطُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ (ترمذی ص ۳۷۷)

بے شک اسلام شروع میں غریب تھا عنقریب لوٹ کر غریب ہو جائے گا تو مبارک ہو غرباء کو۔

اصطلاح عرب میں غریب مسافر اور تنہا شخص کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اسلام شروع میں کمزور تھا پھر ترقی پا کر حد کمال تک پہنچا اس کے بعد روبہ زوال ہوا یہاں تک کہ اس وقت انتہائی کمزوری کی حالت میں ہے اور ابھی اس کے تنزل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہ صورت بجز اہل سنت کے دیگر اہل قبلہ کی نہیں، جیسا کہ ہر ذی فہم کو معلوم و مشاہد ہے کہ تمام گمراہ فرقے مثلاً شیعہ، خارجی وہابی نیچری اور مرزائی روز بروز ترقی کر رہے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو گزشتہ دس سال کی مردم شماری سے موازنہ کرلے اور دیکھ لے کہ گمراہ فرقے کس قدر سال بہ سال بڑھ رہے ہیں، غور کیجئے کہ ان کا اضافہ کہاں سے ہو رہا ہے؟ یہ لوگ اہل سنت جماعت ہی سے نکل کر گمراہ فرقوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان فرقوں میں اکثر شرعی حرمتوں کی پابندی نہیں، ہر کوئی مطلق العنان مجتہد ہے، اور جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے، اس زمانہ کے نفوس امادہ شرع شریف کی پابندی اور تقلید سے انکار کرتے ہیں اس وجہ

سے تقلید کا پٹا گردن سے اتار کر لا مذہبی اختیار کر لیتے ہیں، اور خواہشات نفوس کے مطابق بلا خوف ملامت نفس پروری کرتے کرتے اپنی عمر کھپا دیتے ہیں۔

پس اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حقیقی اسلام وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کے مقلدین کے پاس ہے بلکہ اسلام اسی جماعت کے ساتھ مقرر و منسوب ہو گیا ہے کہ غربت سے ترقی پائی اور اس کے بعد ترقی سے غربت کی طرف لوٹ گیا۔

فالحمد لله علی ذلك وانا لله وانا الیه راجعون۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث شریف میں لفظ اسلام آیا ہے اور اسلام بمقابلہ کفر مستعمل ہے۔ پس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ اسلام کا اقتدار ضعف سے قوت کو پہنچا پھر قوت سے کمزوری کی طرف رجوع کرے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ وہ اہل اقتدار وہابی غیر مقلد تھے یا شیعہ نیچیری تھے؟ یا مرزائی تھے نہیں وہ سب مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے مقلدین تھے، پس ان کا ضعف کفار کے مقابلہ میں جماعت مقلدین کا ضعف ہے۔

حدیث سوم:

عَنۡ اَنَس رضی الله عنه قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم فَقَالَ یَا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَتٰی قِیَامُ السَّاعَةِ فَقَامَ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اِلَی الصَّلٰوة فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ قَالَ اَیۡنَ السَّائِلُ عَنۡ قِیَامِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ قَالَ مَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اٹھے، جب نماز ختم کر چکے تو فرمایا، قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا، میں یہاں ہوں یا رسول اللہ، فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا کوئی

اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا كَثِيْرَ صَلٰوة وَلَا صَوْمٍ اِلَّا اِنِّى اَحَبَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيه وسلم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مع مَنْ اَحْبَبْتَ فَمَا رَاَيت فَرْحَ الْمُسْلِمِيْنَ بَعْدَ الْاِسْلَام فَرْحَهُمْ بِهَا هٰذَا حَدِيْثٌ صِحَيحٌ (ترمذی ص۳۴۴)	زیادہ نماز روزے کا اہتمام نہیں کیا البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، یہ سن کر حضور نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی اور تو اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تیری محبت ہے، اس ارشاد پر مسلمانوں کو جتنی خوشی ہوئی میں نے اسلام کے بعد کبھی ایسی خوشی کا منظر نہیں دیکھا یہ حدیث صحیح ہے۔ (ترمذی ص۳۴۴)

اس حدیث شریف سے مقصود یہ ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں کسی کو محبوب رکھتا ہے عقبیٰ میں اسی کے ساتھ اس کی صف میں اور اس کے درجہ میں ہوگا، پس جو کوئی دعویٰ حنفیت کے باوجود نجدیوں سے قلبی محبت رکھتے ہیں اور ان کے شنیع افعال کو مستحسن جانتے ہیں اور اہل حرمین کے قتل، حرمات الٰہیہ کی توہین اور شعائر اللہ کی تخریب پر غازی، مجاہد اوّل اور عظمۃ السلطان کے لقب دیتے ہیں، بحکم حدیث وآیت کریمہ:

مَن يَتَولَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهم جو ان سے محبت کریں گے انہی میں سے ہوں گے۔

روز قیامت ان کی صف میں کھڑے ہوں گے، اس لئے ان کا دعویٰ حنفیت کسی کو فریب نہ دے کہ یہ لوگ ان کے ہم عقیدہ ہیں۔

اے پروردگار! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے اے اللہ ہمیں اپنی محبت عطا کر اور اپنے محبوں کی محبت عطا کر اور صالح عمل کی محبت دے جو ہمیں تیری محبت کے قریب کر دے اور نیک بندوں کی محبت تیری محبت کی طرف رہنمائی کرے۔

اے اللہ ہمیں اپنی اطاعت رسول کریم کی اطاعت اور نیک بندوں کی اطاعت نصیب کر، اے اللہ تیرا ارشاد سچ ہے تو نے فرمایا۔ کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور ان کا ساتھ بہترین ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم بہت کافی ہے۔

تحریر کے آخر میں اتنا ہی کافی ہے وصلی اللہ علیہ وسلم سیدنا محمد والہ اصحبہ و بارک وسلم۔

راقم الحروف تحریر رسالہ سے بتاریخ ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۴۴ بمطابق ۱۹۲۸ء فارغ ہوا۔

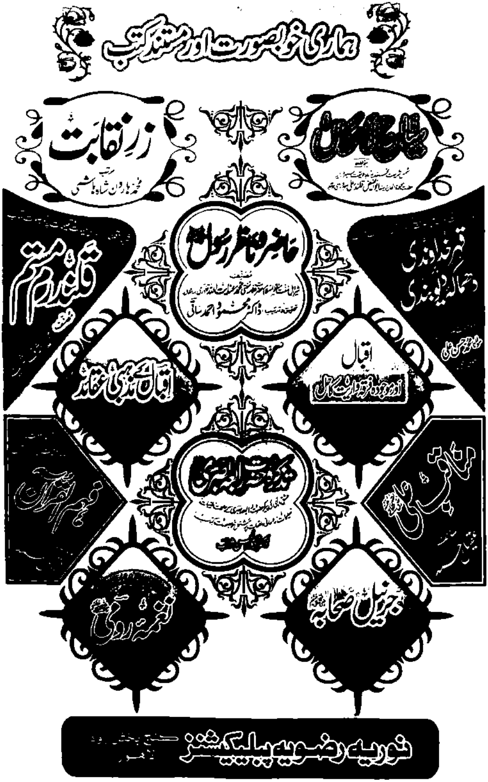
اللہ تعالیٰ ہمارا اور اس رسالہ کو نظر انصاف سے دیکھنے والے کا خاتمہ خیر و سعادت اور جود و مغفرت سے فرمائے۔ آمین۔

محمد حسن المجد دی القادری۔

نوٹ: الحمدللہ ترجمہ کا کام آج شام بوقت ساڑھے پانچ بجے قبل غروب آفتاب، ۱۱ فروری ۲۰۰۳، بمطابق ۹ ذی الحج ۱۴۲۳ (بروز منگل) اختتام کو پہنچا اللہ تعالیٰ اسے حسن قبول سے نوازے۔

وانا الفقیر الی اللہ

محمد اعجاز جنجوعہ غفرلہ


ہماری خوبصورت اور مستند کتب
زرِ نقابت
محمد ہارون شاہ ہاشمی
حاضر و ناظر رسول
ڈاکٹر محمود احمد ساقی
قلندرم مستم
قہر خداوندی
اقبال کے مذہبی عقائد
اقبال
تذکرہ حضرت رابعہ بصری
فہم القرآن
نغمۂ رومی
جرنیل صحابہ
نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
لاہور